کتاب و سنت اور اسلافِ امت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد

حیدرآباد

Volume:17 Issue:11 November 2024

مدیر

مولانا محمد عبد القوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ



درسِ قرآن

قرآن کو چھوڑ دینے کا انجام

از: مولانا سید خواجہ نصیر الدین قاسمی*

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝۳۶ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۷ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝۳۸ (الزخرف:۳۷،۳۸)

ترجمہ: اور جو شخص خدائے رحمٰن کے ذکر سے اندھا بن جائے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے، ایسے شیاطین اُن کو راستے سے روکتے رہتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک راستے پر ہیں، یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے شیطان ساتھی سے) کہے گا کہ: کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوتا، کیوں کہ تو بہت برا ساتھی تھا۔

توضیح: حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت وفلاح کے لئے اتباعِ کتاب وسنت کو لازم قرار دیا ہے، یعنی کتاب اللہ کو پڑھے، سمجھے، اس کی ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرے، دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقۂ حیات پر گامزن رہے، آپ کی مبارک زندگی کے اعمال سے اپنی زندگی کو مسنون بنائے۔

حق تعالیٰ نے بندوں کو کتاب اللہ سے رشتہ مضبوط رکھنے، اُسے تلاوت کرنے، سیکھنے، سمجھنے، اس پر عمل کرنے کے سلسلے میں بہت سی آیات میں تاکید فرمائی، اور اس سے اعراض وترک پر سخت ترین وعیدات سنائی ہیں، ایک جگہ ارشاد فرمایا: اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (جو وحی آپ پر کی گئی ہے اس کی تلاوت کیجئے)۔ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (آپ اپنے رب کی طرف سے آئی ہوئی وحی کی پیروی کیجئے) وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۴۴ (النحل) ہم نے آپ پر قرآن اس

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

لئے اُتارا تا کہ آپ لوگوں کو بتائیں کہ اُن کے لئے اللہ نے کیا احکامات بھیجے ہیں ۔امید کہ وہ غور وفکر کریں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ تہجد میں کتاب اللہ سے تعلق ولگاؤ کو اللہ تعالیٰ سے خوب آہ وزاری سے طلب کیا ہے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قُلُوْبِنَا وَ نُوْرَ صُدُوْرِنَا وَ جِلَاءَ أَحْزَانِنَا وَ ذِھَابَ ھُمُوْمِنَا وَ مَغْفِرَۃً لِّذُنُوْبِنَا ۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیمات وارشادات اور عمل سے امت کو قرآن سے والہانہ تعلق قائم کرنے کا بیش قیمت نسخۂ حیات عطا فرمایا،لیکن آپ کے زمانہ ہی سے قرآن کی مخالفت اور اس سے اباء واعراض کیا جانے لگا تو اللہ پاک نے اِن کفار ومشرکین کو سخت تنبیہ فرمائی ۔زیر نظر درس کے لئے منتخب آیات تربیات کی قبیل سے ہیں ۔کفار ومشرکین اور اہل کتاب سبھی نے قرآن پاک سے اعراض کیا اور اس سے لوگوں کو برگشتہ کرنے کی نت نئے طریقے اپنائے ۔کبھی کہتے : یہ تو کسی انسان کا کلام ہے،کبھی کہتے : پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، کبھی کہتے : جادو ہے،کبھی کہتے : کہانت ہے،کبھی لوگوں کو گانوں اور عجمی قصوں میں الجھاتے ،کبھی یہ کہتے کہ قرآن پڑھنے کے وقت اتنا شور وغل کرو کہ اس کی آواز کانوں میں نہ پڑے،کبھی صاف مُکر جاتے کہ ہم نہ اس قرآن پر یقین رکھتے ہیں نہ پچھلی کتابوں پر ۔کبھی کہتے قرآن ایسے بے حیثیت شخص پر کیوں اُتارا گیا،مکہ وطائف کے سرداروں پر اُتارنا چاہیئے تھا،کبھی کہتے قرآن یکبارگی کیوں نہیں اُتارا گیا۔وغیرہ وغیرہ سب کا حاصل قرآن سے اعراض کرنا اور روگردانی اور لوگوں کو اس سے روکنا تھا۔

اللہ پاک فرما رہے ہیں کہ قرآن سے روگردانی کے نتیجہ میں ہم نے ان پر ایک ایسا شیطان مسلط کردیا ہے جو اُن سے کبھی جدا نہ ہوگا وہ ان کا ایسا دوست بنا رہے گا کہ کبھی اُن کو ہدایت کے راستے پر آنے نہیں دے گا،اور وہ اس خوش فہمی میں رہیں گے کہ وہ قرآن کا انکار کرکے سیدھے راستے پر ہیں ۔انجامِ کار جب قیامت میں یہ لوگ حاضر ہوں گے اور سخت عذاب کا سامنا کریں گے تو اسی دوست کو کوستے رہیں گے،اور حسرت ویاس کے عالم میں کہیں گے کہ کاش میرے اور اس کے درمیان مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوتا، یہ تو بہت ہی بُرا ساتھی نکلا۔

اہلِ ایمان اور مسلمان غور کریں کہ کہیں کفار ومشرکین کے اس جرمِ عظیم کے اثرات ہماری زندگیوں میں تو نہیں آگئے ؟ کیوں کہ اب مسلمان کی قرآن پاک سے وابستگی بالکل نہ کے درجے میں ہوتی جارہی ہے، مسلم گھرانوں کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ شاید ہی کسی کو قرآن سے دلچسپی ہو،آٹے میں نمک کی طرح بہت کم لوگ ایسے ملیں گے جنہیں قرآن پڑھنے ،سیکھنے،سمجھنے اور عمل کرنے ،بچوں کو تعلیم دینے ،اس سے نصیحت وعبرت حاصل کرنے اور ہدایت پاکر اپنی دنیا وآخرت سنوارنے کی فکر ہو،اگر خدانخواستہ یہی صورتِ حال امتِ مسلمہ کی رہی تو خدشہ ہے کہ وہ قرآن کو چھوڑ کر اور اس سے روگردانی کرکے اس وعید کے مستحق ہوجائیں ۔العیاذ باللہ



درسِ حدیث

دو قطرے اور دو نشانات عند اللہ محبوب تر ہیں

از : مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی*

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ لَیْسَ شَیْئٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ قَطْرَتَیْنِ وَ اَثَرَیْنِ قَطْرَۃُ دُمُوْعٍ مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَ قَطْرَۃُ دَمٍ یُھْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ اَمَّا الاَثَرَانِ فَاَثَرٌ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ اَثَرٌ فِیْ فَرِیْضَۃٍ مِنْ فَرَائِضِ اللّٰہِ تَعَالیٰ (رواہ الترمذی، مشکاۃ المصابیح: ۳۸۳۶)

ترجمہ: ’’حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز پسندیدہ اور محبوب نہیں ہے، (دو قطروں سے مراد) اللہ تعالیٰ کے خوف وخشیت سے گرنے والے آنسو اور اللہ کی راہ میں بہایا جانے والا خون کا قطرہ، اور دو نشانوں سے مراد ایک وہ ہے جو اللہ کی راہ میں زخم یا چوٹ وغیرہ سے آئے اور دوسرا نشان اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضے کو ادا کرنے کی صورت میں پیش آنے والا ہے‘‘۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کے ساتھ محبت و پیار کے بے شمار انوکھے انداز ہیں، جس کی حقیقت و واقعیت صاحبِ بصیرت وفراست شخصیات ہی کو سمجھ میں آسکتی ہے، اسی لیے وہ ہمہ وقت جاں نثاری وفداکاری کے لیے ہمہ تن تیار رہتے ہیں، اور راہِ خدا میں پیش آنے والے مکارہ اور مجاہدات ان کی راہ میں مخل و مانع بننے کے بہ جائے مزید ترقیات اور بلندیوں کی وجہ بن جاتے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ کے اپنے بندوں کے جذب کرنے (اپنا بنا لینے) کے کچھ ایسے ہی نادر و نایاب اور انمول پہلو زیر نظر حدیث میں مذکور ہیں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ دو قطرے اور دو نشانات اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنے وقیع وعظیم حیثیت رکھتے ہیں کہ اُس جیسی کوئی دوسری چیز نہیں ہے، ۱۔ آنسو کا وہ قطرہ جو کسی مومن کی آنکھوں سے خوفِ الٰہی و خشیتِ ایزدی کے جذبے سے گرا ہو، معلوم ہونا چاہیئے کہ ایمان خوف و رجا کے مابین ہے، اگر مسلمان کو اللہ تعالیٰ

* استاذِ حدیث وفقہ ادارہ ہٰذا

کی ذات والا صفات کی معرفت ہو جائے تو بلاشبہ خشیتِ الٰہی سے آنکھیں اشکبار رہتی ہیں، یہ آنسو حق تعالیٰ کو محبوب پسندیدہ ہے، ۲۔ دوسرا خون کا وہ قطرہ جو مجاہد کے جسم سے بہا ہو، جہاد وہ مقدس ومتبرک عمل ہے جس میں ایک مسلمان سر بہ کف میدانِ جہاد میں قدم رنجا ہوتا ہے، اور لقاء رب کے شوق میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرنا اپنا اعزاز اور امتیاز گردانتا ہے، اسی مقدس عمل میں اس کے جسم سے بہنے والا خون کا ہر قطرہ اللہ کے یہاں بڑا رتبہ پا کر محبوب و پسندیدہ ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف میں مذکور نشانات سے مراد احکاماتِ ربانی وارشاداتِ نبوی کو روبہ عمل لانے کی وجہ سے جسم کے اوپر پڑنے والے نشانات ہیں، یہ نشانات بھی حق تعالیٰ کو محبوب پسندیدہ ہے جو راہِ خدا میں یا فرائضِ الٰہی میں سے کسی فریضے کی ادائیگی میں کسی مسلمان کو لگتے ہیں۔

جہاد فی سبیل اللہ کے زخم ہو یا موسم سرما میں وضو کی وجہ سے ہونے والے جسمانی تکالیف، راہِ خدا میں چلنے والے قدم ہوں یا جسم کو پہنچنے والا گرد وغبار، علماء کی قلم کی سیاہی اور روشنائی ہو یا سخت گرمی کی وجہ سے پہنچنے والی گرمی کی تپش اور اس کی تکلیف، روزے دار کے منہ کی بدبو ہو یا حاجی کے سفر حج میں مشقتوں اور کلفتوں کو اٹھانا، یہ اور اس کے علاوہ اس جیسی تمام باتیں اس حدیث سے شریف کا مصداق ہیں جن سے اللہ پاک کو بے حد پیار اور محبت ہے۔

بس حدیث شریف کا ایک پیغام یہ ہے کہ بندے کی عبدیت بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ خشیت الٰہی کی وجہ سے عبادات وادعیہ میں روئے، آہ وزاری کرے، اس لیے کہ ''ابتہال'' (گریہ وزاری کے ساتھ رجوع الی اللہ وانابت) یہ بھی نبی ﷺ کی سنت ہے، اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی صورت بنایئے، یہی تذلّل وتخشّع ہے جو اللہ پاک کو پسند ہے۔

دوسرا پیغام یہ ہے کہ راہِ خدا میں پیش آمدہ مجاہدات کو بخوشی برداشت کرے، اور معمولی اور غیر ضروری وجوہات وموانع کو مخل نہ بننے دے، بلکہ ہمت وحوصلے کو بلند کر کے ان تمام چوٹوں اور زخموں کو اور مجاہدات و مشقات کو برداشت کرے، اس لیے کہ بندے کا ان سب احوال سے گزرنا اور بہ رضا ورغبت تکالیف ومصائب کو برداشت کرنا عند اللہ پسندیدہ اور بڑی قدر ومنزلت کا ذریعہ ہے۔ وکان اللہ شاکرا علیما

مجاہدہ کی یہ صفت نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی مجاہدانہ زندگیوں کو پڑھنے سے حاصل ہو سکتی ہے کہ ان سب حضرات کی زندگیاں مجاہدات سے عبارت ہے۔

پیش گفتار

مدارسِ دینیہ اسلامیہ سے[1]

مقاصد و مطالبات کی روشنی میں چند گذارشیں

(۳)

از: مدیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ و بہٖ نستعین

مدارس دینیہ اسلامیہ کی ذمہ داریوں کے حوالے سے شعبہ تعلیمات سے متعلق تین عنوانات کے تحت تفصیل سے گفتگو کی جا چکی، اب انتظامی شعبے سے متعلق چند اہم امور کی طرف نظماء و صدورِ مدارس کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں:

(الف) خارجی سلامتی:

اس کے تحت انتظامیہ مدارس کو تین امور کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

(۱) فرقِ ضالہ پر نظر

مدرسے کے اطراف جو بستیاں ہیں ان کا سروے کر کے ان بستیوں کے احوال سے باخبر رہا جائے، بسا اوقات مدرسہ ''چراغ تلے اندھیرا'' کا مصداق ہو جاتا ہے، باہر سے آ کر تو لوگ فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں، مگر اہلِ بستی کو اس مدرسے کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اسی وجہ سے یا تو وہ مدرسے سے نامانوس رہتے ہیں یا پھر مخالف بن جاتے ہیں، بسا اوقات مدرسے ہی کے زیر سایہ فرقِ باطلہ کی سرگرمیاں جاری رہتی ہیں، مگر اہل مدرسہ کو اس سے کوئی مطلب ہی نہیں ہوتا، جو بڑی غیر ذمہ دارانہ صورتِ حال ہے، بہت سے نظماء یا کمیٹیاں ایسی ہیں جنہیں مدرسے کے بنیادی مقاصد کا پتہ ہی نہیں ہوتا، وہ ایک کمرشیل اسکول کی طرح مدرسوں کو بھی سمجھتے ہیں جو ظاہر ہے کہ بالکل غلط ہے، مدرسہ تو دین کی بقاء و تحفظ کے لیے قائم کیا جاتا ہے، اور مسلمانوں کے مفادِ دینی و اخروی کے

[1] پہلی اور دوسری قسط کے لئے دیکھئے اگست و ستمبر ۲۰۲۴ کا شمارہ

لیے چلایا جاتا ہے، اور انہی کے مصارف سے چلایا جاتا ہے۔

ہر مدرسے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اطراف واکناف پر گہری نظر رکھ کر اس بات کو یقینی بنائے کہ اس کے قرب وجوار میں فرقِ باطلہ اور افکارِ ضالہ کو داخل ہونے کی ہمت نہ ہو، اور اگر کسی طرح داخل ہوجائیں تو فوری بنیادوں پر تعاقب کرکے ان کا قلع قمع کردیا جائے اور بستی کے مسلمانوں کو ان کے شر اور ضرر سے بچا لیا جائے۔

(۲) اصلاح معاشرہ کی سعی

ہر مدرسے کی انتظامیہ کو اس بات کی بھی خصوصی فکر رہنی چاہیے کہ مدرسے کے اطراف کی بستیوں میں مدرسے کے ذریعے نورِ علم پھیلے اور ظلمتِ جہل مٹے، علم ایک روشنی ہے اور جہل خوف ناک تاریکی کا نام ہے، جب روشنی علم کا اتنا بڑا پاور ہاؤس بستی میں ہے تو اس میں عملی واخلاقی پستیوں کا اندھیرا کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ اس روشنی کو مدرسے کی چہار دیواری میں محصور اور محدود نہیں رہنا چاہیئے، مدرسے کی انتظامیہ کو چاہیے کہ اپنی بستی کے مردوں ؛عورتوں ؛ بزرگوں ؛ نوجوانوں اور معصوم بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے مختلف پروگرام بنائے، عام طور سے ذمہ دارانِ مدارس اس فریضے سے غفلت برتتے ہیں جو نہایت قابلِ فکر بات ہے۔

مدرسے میں جہاں اندرونی انتظامات کے لیے بیسیوں افراد کا تقرر کیا جاتا ہے وہیں بستی کی سلامتی اور معاشرتی سدھار کے واسطے کسی تجربہ کار وذی صلاحیت عالمِ دین کا تقرر بھی کیا جائے، جن کی ذمہ داری مدرسے کے اطراف واکناف میں بسنے والے مسلمانوں سے دینی دوستی اور سماجی رابطہ بناتے ہوئے اُن کو دینی واخلاقی اور فکری وایمانی پستی اور گم راہی سے بچائے رکھنا ہو۔

اس ضمن میں مدرسے کے تحت خواتین کے چھوٹے چھوٹے اور مختصر وقتی پروگرام بنائے جائیں، مثلاً دس پندرہ مکانات کی خواتین کو انہی کی گلی کے کسی مکان میں جوڑ کر تمام ضروری دینی عنوانات بالخصوص معاشرتی سدھار کے اسباب ان کے سامنے بیان کیے جائیں، ایمانیات کی مثبت اور عام فہم تشریح کی جائے، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن؛ بناتِ طاہرات رضی اللہ عنہن اور دیگر صحابیات رضی اللہ عنہن وصالحات کے واقعات سُنا کر حسن معاشرت کی تعلیم دی جائے، خانگی زندگی کو خوش گوار بنانے کے لیے نبوی تعلیمات کا مذاکرہ کیا جائے، حیا وحجاب سے متعلق اسلامی احکام سے واقف کرایا جائے، اگر علاقے میں سودی لین دین کا رواج ہے تو اس کی شرعی واخروی قباحتوں کو بتا کر انجامِ بد سے ڈرایا جائے، نمازوں کے اہتمام، قرآن مجید کی تلاوت، ذکر ودرود کی کثرت کی ترغیب دی جائے۔

غرض یہ کہ ایک باقاعدہ اور جامع نظام بنا کر پورے دین کی دعوت عام کی جائے، یاد رہے کہ وقتی اور بڑے بڑے جلسوں سے وہ نفع نہیں ہوتا جو پابندی اور تسلسل کے ساتھ کی گئی موعظت کا ہوتا ہے، اسی طرح رسمی

اور رٹی رٹائی باتوں میں وہ تاثیر و نافعیت نہیں ہے جو عنوان بدل بدل کر کتاب و سنت اور سیرت طیبہ کی مختلف العنوان جھلکیوں کو پیش کرنے میں پائی جاتی ہے، غرض یہ کہ مستورات کے رسمی اجتماع سے ہٹ کر جید علماء کے ذریعے اسلام کے شعبہائے خمسہ (ایمانیات؛ عبادات؛ معاملات؛ معاشرت اور اخلاق و عادات) کے تحت جامع مختصر بیانات وقفے وقفے سے کرائے جاتے رہیں تو بہت جلد مسلم عورتوں میں نمایاں تبدیلی آنی شروع ہو جائے گی۔

اسی طرح بستی میں جو بزرگ ہستیاں بے کار وقت گزار رہی ہیں اُنہیں کسی اچھے کام میں لگانے؛ جو نوجوان بے کار و بے روزگار ہیں اور بے کاری انہیں جرائم و فواحش مبتلا کر رہی ہے ان کو اس تباہی کے دہانے سے ہٹانے کے لیے کالج کلچر سے متاثر نوجوان لڑکیوں کو دین سے قریب اور اخلاق سے آراستہ کرنے کے لئے بھی سنجیدہ فکر و کوشش ہونی چاہیئے، بچوں اور بچیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ مکاتب کا بقدر ضرورت قیام عمل میں لایا جائے، بستی کے مشغول لوگوں کو نماز کی پابندی کے لیے اور کسبِ حلال کے اہتمام کے لیے ترغیب دی جائے، خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ کے خارجی ماحول میں دینی شعور اور ایمانی تازگی کے حوالے سے غور کرنا اور مناسب شکلیں نکال کر عمل درآمد کے اسباب مہیا کرنا مدارس دینیہ کی انتظامیہ کی ذمہ داری ہے، کیوں کہ مدارسِ دینیہ کاروباری کے اسکول نہیں ہیں، علم دین کے امین اور مسلم سماج کے مصلح ہیں۔

(۳) تعلقاتِ عامہ

مدارس دینیہ کی انتظامیہ کو مدرسے کے اطراف رہنے والے لوگوں سے اچھے تعلقات قائم رکھنے اور اُن سے مدارات کا معاملہ کرنے کی طرف بھی توجہ دینی چاہیئے، خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم! بستی کے لوگوں سے سماجی و معاشرتی استغنا مناسب نہیں ہے، بستی میں مختلف مزاج کے لوگ ہوتے ہیں، اچھے بھی برے بھی! بے حیثیت و مطروح بھی، ذی اثر و باخبر بھی! متمول بھی محتاج بھی! دین پسند بھی بے دین اور فیشن ایبل بھی! پھر یہ لوگ مسلم بھی ہو سکتے ہیں غیر مسلم بھی! مدرسے کی انتظامیہ کو چاہیے کہ ان کی دوستی کے ضرر سے بچتے ہوئے ان کے ساتھ اس قدر تعلق و روابط بنائے رکھیں جس سے وہ مدرسہ اور اس کی سرگرمیوں سے مانوس و مطمئن رہیں، غلط فہمیوں کے شکار نہ ہوں، حاسدوں اور دشمنوں کے آلۂ کار نہ بنیں، ان کے احسانات سے استغنا اچھی چیز ہے، لیکن ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور فرقِ مراتب سے بے اعتنائی نہ برتیں، سماج اور سماج کے افراد سے مستغنی و لاتعلق رہنا بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کی خلیج کو وسیع کر دیتا ہے، البتہ اس میں اس کا خیال ضرور رہے کہ یہ تعلقات مخلصانہ ہوں، تملق و چاپلوسی کی حد تک نہ ہوں، محض مادی مفاد کے لیے نہ ہوں ورنہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہو جائیں گے۔

(ب) داخلی سلامتی:

داخلی سلامتی کے حوالے سے انتظامیہ کے ذمے جو سب سے اہم چیز ہے وہ تعلیمات اور انتظامیہ کے درمیان بہتر تعلقات قائم رکھنا اور قابل اعتماد ماحول بنائے رکھنا ہے، اصول وضوابط کی تدوین اور ان کا نفاذ اگرچہ کسی بھی کام کے بہتر نتائج اور نظم وضبط کے استحکام کا سبب ہے مگر ان کے نفاذ میں تحکُّم و آمریت سے (سوائے درجۂ مجبوری کے) ذمہ داروں کو پرہیز کرنا چاہیے، صدیقانہ اور برادرانہ رویہ محبت ویگانگت کا معاملہ اور انکساری وتواضع کا لہجہ ماتحتوں کو جوڑ کے رکھنے اور ان سے حسب منشا کام لینے میں بہت ہی مفید ثابت ہوتا ہے، بہ نسبت حکمِ حاکم کے کہ اس کے نتیجے میں وفاداری وخیر خواہی کے بجائے دفع الوقتی اور بدخواہی و بے وفائی ہی سامنے آتی ہے، حالاں کہ نظم وضبط اور اصول وضوابط کا فائدہ اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ ماتحت لوگ حاضراً وغائباً اس اصول کے پابند ہوں۔

ہر کام کی طرح اس کام میں بھی ہمارے نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہی ہمارے لیے بہت کافی ہے، اگر غور کیا جائے تو اس پورے موضوع کا خلاصہ سید القوم خادمھم میں سما گیا ہے، جتنا اس ارشاد گرامی کو ملحوظ رکھا جائے گا قیادت وامارت کی ذمہ داری میں کامیابی ملتی چلی جائے گی۔ یہ صحیح ہے کہ حفظِ مراتب اور پروٹوکول کا چھوٹوں کو بہت خیال رکھنا چاہیے، لیکن بڑوں کو اس کی توقع وانتظار کے بغیر اپنے ماتحتوں کے ساتھ بقدرِ ضرورت بے تکلفی اور سادگی کا سلوک رکھنا، اتحاد بنائے رکھنے اور وفاداری کا پھل لینے کا بہترین ذریعہ ہے۔

بہت سے مدارس میں اس حفظ مراتب کا لحاظ بالکل نہیں ہے، نہ ماتحت اپنے افسران و ذمہ داران سے وفاداری کرتے ہیں نہ افسران اپنے ماتحتوں کے دل جیت کر اور خوش رکھ کے کام لینے کا سلیقہ رکھتے ہیں، اسی لیے دونوں اپنی حق تلفی کا رونا روتے رہتے ہیں، حالاں کہ نبی کریم ﷺ کا صاف ارشاد ہے انزلوا الناس علی منازلھم گرچہ حدیث کو ضعیف کہا گیا، لیکن یہ بات مؤید بالا حادیث الکثیرۃ وبعمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، عقل عام اور تجربات زمانہ بھی اسی کے متقاضی ہیں۔

یہ اہتمام طرفین یعنی ماتحتوں اور افسروں دونوں کی جانب سے ہونا چاہیے لیکن اگر ماتحت اسے اختیار نہ بھی کریں تب بھی افسران وعہدداران کو بہت ہی صبر وضبط اور حلم وحکمت سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ چیز مدارس کے نظم ونسق کی برقراری اور مقاصد کے برآری کے لیے روح در جسد کی مانند ہے۔

اور اگر افسران ماتحتوں کو حکمت عملی کے ساتھ اپنا وفادار وشریکِ کار بنائے رکھنے کا ہنر نہیں جانتے، یا اپنانا

نہیں چاہتے تو پھر انہیں اپنے کام کی جڑیں کھوکھلی ہو جانے اور داخلی و بیرونی سلامتی کے خطرے میں پڑ جانے کے لیے تیار رہنا ہوگا، خوب سمجھ لیں!

داخلی سلامتی کا ایک اہم حصہ تمام عملہ بالخصوص طلبہ واساتذہ کی ضروریات کا انتظام کم ازکم متوسط معیار کا کرنا ہے، تجربہ یہ ہے کہ اگر اساتذہ کے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے تو وہ خود بھی ادارے اور اس کے مالیئے کے لیے مخلص معاون ثابت ہوتے ہیں، لیکن انہیں نظرانداز کرکے اور ان کی ضرورتوں میں ہمدردی وغم خواری سے گریز کرتے ہوئے محض تنخواہ یاب ملازموں جیسا سلوک رکھا جائے تو وہ بھی مدرسے سے محض ضابطے کا تعلق رکھتے ہیں، کسی قسم کی ہمدردی وبہی خواہی نظر نہیں آتی۔

طلباء کے لیے کلاسس؛ روشنی اور ہوا؛ موسموں کی مضر اثرات سے حفاظت؛ اچھے اساتذہ کی فراہمی؛ بقدرِ ضرورت فرنیچر؛ مناسب کارپیٹ؛ صاف ستھری چادریں؛ اور متعلقہ کتب کی فراہمی بہت ضروری ہے بعض جگہ ان ضرورتوں کی طرف زیادہ التفات نہیں ہے اور بعض جگہ ہے مگر بہت ہی ناقص معیار کا ہے۔

اسی طرح اقامتی طلباء کے لیے قیام گاہ میں گنجائش! لائٹ فیان کا بہتر انتظام، ہوادار کمرے جو حبس وگھٹن سے محفوظ ہوں؛ بقدر ضرورت بیت الخلاء اور غسل خانے؛ سرما میں اور صبح کے اوقات گرم پانی کا انتظام؛ کپڑے دھونے اور سکھانے کے لیے مناسب جگہ یا دھوبی کا انتظام؛ بیمار طلباء کے لیے آرام کا علیحدہ انتظام علاج معالجے کی فکر؛ ان کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے کینٹین یا مختصر سا بقالہ وغیرہ جیسے امور ذمہ دارانِ مدرسہ کی ذمہ داریوں میں شامل ہیں۔

اسی طرح کھانے پینے کے سلسلے میں صاف ستھرا مطبخ، صحت افزا غذاؤں کی فراہمی؛ کم ازکم متوسط معیار کا مینو؛ ہفتے پندرہ دن میں میٹھے کا بندوبست، استعمال کی جانے والی اشیاء کا بہتر معیار؛ بروقت کھانے کی تیاری؛ کبھی کبھار موسمی پھل؛ پینے کے پانی کا اطمینان بخش انتظام وغیرہ امور پر خصوصی توجہ دینا اور مسلسل نگرانی رکھنا انتظامیہ کے فرائض میں داخل ہے۔

جہاں تک اساتذہ کا معاملہ ہے تو تقرر سے پہلے ہی ان کے ذی صلاحیت ونیک سیرت ہونے کا اطمینان کرلیا جانا ضروری ہے، مقامی ہو تو مقامی طور پر اور اگر غیر مقامی ہیں تو اپنے وطن میں بھی ان کے پسندیدہ اور قابلِ اطمینان احوال ہونے کا ممکن حد تک اطمینان کرلیا جانا چاہیے، یہ بات مدارس کی داخلی سلامتی کے لیے بہت اہم ہے۔

اساتذہ کے وضع قطع اور لباس کا اقرب الی السنہ ہونا ضروری ہے، اس کے لیے مناسب معیار اکابر علماء و مشائخ کی وضع قطع اور لباس ہے، اسی کا سب کو پابند بنایا جانا چاہیے تاکہ طلباء کو بھی اسی کا پابند رکھا جاسکے۔

اساتذہ کے مشاہرات معیاری ہونے چاہئیں، جن سے ان کی ضروریات کا بہ سہولت تکفل ہو سکے، اور وہ سکون واطمینان سے تدریسی خدمات انجام دے سکیں، یا پھر انہیں خارج میں مؤقر ذرائع سے اپنے اخراجات کی پابجائی کی اجازت ہونی چاہیے۔

اگر اساتذہ سے فراہمیٔ مالیہ کا کام لیا جاتا ہے تو اُنہیں اس کوشش کا معقول معاوضہ دیا جانا چاہیئے، اور جن اساتذہ کی معاشی حالت کم زور ہو یا خانگی ذمہ داریاں زیادہ ہوں تو اُن کے اچھے بُرے میں مناسب خیال رکھنا چاہیئے۔

(ج) قانونی سلامتی

۱ قانونی سلامتی کے تحت سب سے اہم چیز یہ ہے کہ مدرسے کی جو بھی پراپرٹی ہے وہ قانونِ مملکت کے تحت خریدی اور رجسٹرڈ کرائی گئی ہو، کرائے پر لی گئی ہو تو بھی قانونی دستاویزات کی تکمیل ضروری ہے، کسی اچھے اور مخلص قانون دان کے ذریعے اگر دستاویزات ہیں تو اطمینان کرلیں، نہیں ہیں تو اب بنوالیں تا کہ عندالضرورت کام آئے اور کسی قانونی مطالبے کا سامنا کرنا پڑے تو پریشانی اور پشیمانی نہ ہو۔

۲ اسی طرح تعمیرات ضابطۂ تعمیر کے مطابق ہونی چاہئیں، باقاعدہ اجازت کے بعد بنائی جانی چاہیے، اگر پہلے ایسا نہ ہوسکا ہے تو اس لائن کے واقف کاروں کی مدد لے کر اب اس کو ضابطے کے مطابق کر لینے کے لیے جو صورت ہوسکتی ہے اس کو اختیار کریں، جائیدادوں کے تحفظ کے واسطے ان کو قانون کے دائرے میں لے آنا بہت ضروری ہے، پہلے سب کچھ چل گیا، لیکن اس سلسلے میں اب غفلت ولا پروائی بالکل بھی مناسب نہیں ہے، بار بار جمیعت علماء، رابطۂ مدارس کی طرف سے توجہ دلائی جارہی ہے، مگر بہت سے مدارس ابھی بھی خوابِ غفلت میں ہیں اور درپیش خطرات کا احساس نہیں کر پارہے ہیں جو اچھی علامت نہیں ہے۔

۳ تیسری چیز آمد وصرف کا قانون کے مطابق ہونا ہے، جو حسابات ہم لوگ رکھتے ہیں وہ ہمارے اطمینان کے لیے تو ممکن ہے کافی ہو جائیں، لیکن وہ حکومت کی نظر میں شفاف اور صحیح شمار نہیں ہوتے، اس لیے جو ترتیب حکومت میں معتبر ہے اور جس طرح حسابات رکھنے کی پابندی ہے اسی ترتیب و نظام پر مدرسے کے حسابات ہونے چاہئیں، بہتر ہے کہ کسی اچھے اکاؤنٹنٹ کو اس کام کے لیے تقرر کرلیا جائے، یا اپنے محاسب کو جاننے والوں (مثلاً سی اے) کے ذریعے ٹرینڈ کروالیں۔

آمدنی یعنی حصولِ چندہ وفراہمیٔ مالیہ کے شرعی احکام ملحوظ رکھنا تو شرعی و دینی ذمہ داری ہے، اور اس کی

مسئولیت عند اللہ روز قیامت ہونی ہے، لیکن قانونی تقاضوں سے واقف رہنا اور ان کی پابندی کرنا بھی بہت ضروری ہے، کیوں کہ ان کی خلاف ورزی سخت مواخذے اور سزا کی مستوجب ہے۔ آمدنی کی طرح مصارف کے لیے بھی قانونی ہدایات موجود ہیں جن کی پابندی ہر ایک کو کرنا ہے، یہ ہدایات کسی سی اے سے معلوم کر لی جاسکتی ہیں، ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ لین دین زیادہ تر بینک کے ذریعے ہو، نقدی میں نہ ہو، اور بھی بہت سی پابندیاں ہیں جن سے باخبر رہنے اور پابندی کرنے کی ذمہ دارانِ مدارس خود فکر کریں، میں تو صرف اشارہ کر رہا ہوں۔

۴۔ حسابات کو صاف وشفاف اور قانون کے مطابق رکھنا ہی کافی نہیں ہے، کسی سی اے کے ذریعے ان کی توثیق بھی قانونی طور پر ضروری ہے، اس لیے سی اے کا انتخاب کر کے ہر مالیتی سال یعنی اپریل تا مارچ کے حسابات چیک کروا لیے جائیں، ان کا ریکارڈ محفوظ رکھا جائے، یہ بھی معلوم کر لیا جائے کہ کتنی رقم کا لین دین انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہے، اگر آپ اس زمرے میں نہیں ہیں تو مسئلہ نہیں اور اگر ہیں تو قانونی مطالبات کی تکمیل کی فکر کریں۔ اسی طرح جاریہ سال سے پچھلے کم از کم چھ سال کے رسائد و وچرز اور متعلقہ ریکارڈ کو اپنے حسابات کے مطابق محفوظ رکھنے کا اہتمام بھی ہونا چاہیے۔

۵۔ لیبر ایکٹ کے تحت کارکنان کو حاصل آئینی حقوق سے باخبر رہنا اور ان کی پابندی کرنا بھی ضروری ہے، جو اسٹاف پی ایف کے زمرے میں آتا ہے اس سے متعلق قوانین کو پورا کیا جائے، تمام ہی اسٹاف کو ای ایس آئی حکومت سے دلوانے کے لیے متعلقہ احکامات کی تعمیل بھی ازراہِ قانون ضروری ہے۔

۶۔ مدرسے کو کسی نہ کسی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ کروانا بہت ضروری ہے، سوسائٹی، فاؤنڈیشن، ٹرسٹ وغیرہ سے متعلق معلومات حاصل کر لیں اور اپنے مدرسے کو رجسٹرڈ کروائیں، عام طور سے ماہرین نے ٹرسٹ ڈیڈ کے تحت رجسٹری کو پسند کیا ہے، پھر ٹرسٹ کی بھی متعدد اقسام ہیں۔ کونسا آپ کے مدرسے کے لیے بہتر ہوگا، اپنے قانونی مشیر سے معلوم کر لیں، جاننے والے بتاتے ہیں کہ چونکہ دینی تعلیم قانون کی نظر میں مذہبی تربیت ہے، ایجوکیشن شمار نہیں کی جاتی، اس لیے ایجوکیشنل ٹرسٹ کے بجائے ریلیجیز ٹرسٹ کو محفوظ مانا جا رہا ہے، پھر جب مدارسِ دینیہ قانون کی نظر میں مذہبی تربیت گاہیں ہیں تو ان کو عمومی عطایا اور خیرات کے ذریعے تو چلا سکتے ہیں فیس کے نام سے رسیدیں نہیں بنائی جاسکتی۔ کیوں کہ فیس ایجوکیشنل ادارے ہی لے سکتے ہیں، اور اگر فیس کے نام سے رسائد بنائی جاتی ہیں تو فیس پر ایس جی ایس ٹی لاگو ہوتا ہے، اس کا مطالبہ ہوسکتا ہے یا دھوکہ دہی کا الزام لگ سکتا ہے۔

ہے قانونی سلامتی کے تحت حقوق کارکنان کی طرح حقوقِ اطفال کا ضابطہ بھی وابستہ ہوجاتا ہے ذمہ داران مدرسہ کو معلوم کرلینا چاہیے کہ جن بچوں کو ہم نے اپنی کسٹڈی اور ذمہ داری میں رکھا ہوا ہے ان کے ہم پر کیا حقوق لاگو ہوتے ہیں، سماجی اور جسمانی ضروریات کی فراہمی سے لے کر تادیب ضربی تک بہت سے اہم مطالبات ہوتے ہیں جن کی نگہداری ذمہ داران کے فرائض میں شامل ہے۔

ان سب اُمور کی تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے اپنے اپنے قانونی و مالیاتی مشیروں سے بات کرلیں، یا پھر ''العدل لیگل سروسِ'' پر مولانا مفتی نوید سیف ایڈوکیٹ سے یا ''ٹیکنو ایوڈینٹ پرائیوٹ لمیٹڈ'' پر مفتی عبدالمہیمن اظہر سے رابطہ کرلیں۔

اللہ پاک مدارس دینیہ اسلامیہ کی ہر شر سے حفاظت فرمائے اور اہلِ مدارس کو ہر قانونی غفلت سے بچائے۔آمین

گناہ کس طرح سوئے خاتمہ کا سبب بنتے ہیں؟

''مجالس الابرار'' کے حوالے سے علامہ صدیق حسن خان قنوجی نے لکھا ہے:

''سوئے خاتمہ کا ایک سبب گناہوں پر اصرار ہے، کیوں کہ جو شخص گناہ پر اصرار کرتا ہے، اس کو گناہوں سے ایک قلبی تعلق پیدا ہوجاتا ہے اور انسان اپنی تمام عمر میں جن چیزوں سے الفت و تعلق پیدا کرلیتا ہے، وہ سب باتیں موت کے وقت اُسے یاد آتی ہیں، اگر اس کا میلان طاعات کی جانب زیادہ تھا تو موت کے وقت نیکیاں ہی یاد آتی ہیں اور اگر معاصی کی جانب زیادہ میلان تھا تو موت کے وقت وہی یاد آتی ہیں۔پس بسا اوقات موت کے وقت توبہ سے پہلے پہلے خواہشات اور معاصی میں سے کسی معصیت کا غلبہ ہوتا ہے اور دل اسی میں مقید ہوجاتا ہے اور یہ بات اس کے اور اللہ کے درمیان حجاب بن جاتی ہے اور آخری عمر میں بدبختی کا سبب بن جاتی ہے۔

(یقظۃ اولی الاعتبار للعلامۃ صدیق حسن خان: ۲۱۲ بہ حوالہ حسنِ خاتمہ، ص:۹۸)

گوشہ سیرت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ام المؤمنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

از: مرتب*

ام المومنین صدیقہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ وصال فرما گئیں تو خولہ بنت حکیم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آئیں، عرض گذار ہوئیں کہ اللہ کے رسول! آپ نکاح نہیں فرمائیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا کس سے؟ تو کہنے لگیں چاہے تو کنواری سے چاہے تو بیوہ سے، آپ نے پوچھا: کنواری کون؟ اور بیوہ کون؟ کہنے لگیں: کنواری تو اس کی بیٹی جو آپ کو اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں (یعنی صدیقِ اکبر کی بیٹی عائشہ) اور بیوہ تو وہ سودہ بنت زمعہؓ ہیں، جو آپ پر ایمان لا چکی ہیں اور آپ کی پیروکار ہیں، آپ نے دونوں کو پیغام نکاح دینے کی اجازت دے دی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ خولہ میری ماں اُمِّ رومان کے پاس آئیں، اور کہا: اے ام رومان اللہ نے تمہارے گھر میں خیر و برکت ڈالنے کا ارادہ کیا ہے انہوں نے کہا: وہ کیسے؟ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عائشہ کے لئے پیغامِ نکاح بھیجا ہے، اُمِّ رومان نے کہا: ذرا ٹھہر جا! ابوبکرؓ آتے ہی ہوں گے، اتنے میں صدیق اکبرؓ تشریف لائے تو یہی بات ان سے کہی گئی، صدیق اکبرؓ نے پوچھا: کیا یہ نکاح اُن سے ہوسکتا ہے؟ وہ تو ان کی بھتیجی ہے، کیوں کہ میں اُن کا بھائی ہوں اور وہ میرے بھائی ہیں! خولہ نے یہ بات حضور علیہ الصلاۃ والسلام تک پہنچائی تو آپ نے فرمایا: ہاں میں ان کا دینی بھائی ہوں وہ میرے دینی بھائی ہیں، نسبی نہیں، اس لئے ان کی بیٹی سے میرا نکاح ہوسکتا ہے۔ خولہ کہتی ہیں کہ (میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جواب پہونچا دیا) حضرت ابوبکرؓ اُٹھ کر کہیں چلے گئے، اِمّ رومان نے بتایا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے کے لیے یہ پیغام پوچھا تھا، بہ خدا ابوبکرؓ وعدہ خلافی نہیں کریں گے، چنانچہ ابوبکرؓ مطعم بن عدی کے پاس گئے اور پوچھا کہ بچی کے بارے میں تمہارا کیا ارادہ ہے؟ مطعم نے اپنی بیوی سے مشورہ لیا، اس نے ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ اگر ہم نکاح تمہارے گھر کر دیتے ہیں تو بچہ بے دین ہو جائے گا اور اس دین پر چلے گا جس پر تم ہو۔ ابوبکرؓ مطعم کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تمہاری کیا رائے ہے؟ مطعم بن عدی نے کہا: تم نے سن لیا بیوی نے کیا کہا۔ خولہ کہتی ہیں کہ: ابوبکرؓ وہاں سے آ گئے اور ان کا دل وعدہ خلافی کے خطرہ سے مطمئن ہو گیا، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے گھر بلوا لیا، عائشہؓ سے نکاح کر دیا۔ (دلائل النبوۃ: ۲/ ۳۰۳)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

گوشۂ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

حضرت اُنیسہ بنت عدی رضی اللہ عنہا (والدہ حضرت عبداللہ بن سلمہؓ)

از: مولانا مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

نام ونسب

عظیم صحابیہ ہیں، قبیلۂ انصار سے تعلق رکھتی ہیں، ان کا نکاح سلمہ بن مالکؓ سے ہوا جو قبیلہ ''بَلّی'' سے تھے اور قبیلۂ عمرو بن وہب کے حلیف تھے، ان کی صلب سے عبداللہ بن سلمہؓ پیدا ہوئے، جو عظیم اور مشہور صحابی شمار ہوتے ہیں۔ جن کا نسب، عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن حارث بن عدی بن جد بن عجلان بن حارثہ بن ضبیعۃ بلوی، عجلانی، انصاری، اوسی ہے، اُن کی کنیت ابومحمد تھی۔ (اسد الغابۃ، عبداللہ بن سلمۃ بن مالک: ۳/۲۶۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

قبولِ اسلام

حضرت انیسہ رضی اللہ عنہا نے اپنے فرزند عبداللہ بن سلمہ کے ساتھ قبول اسلام کیا، حضرت عبداللہؓ ہجرت نبوی کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے تھے، والدۂ محترمہ بھی انہی کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوگئی تھیں۔ اور ہجرت کے شرف سے مشرف ہوئیں۔

اخلاق واوصاف

حضرت اُنیسہؓ بڑی صابرہ وشاکرہ خاتون تھیں، شوہر کے بعد بیٹے کی تربیت، پرورش و پرداخت اچھے طریقے سے کی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کے پہلے غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، اور بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھائے، آپؓ کا شمار عظیم بدری صحابہ میں ہوتا ہے۔

بیٹے کی شہادت والدہ کا صبر وضبط

حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے، انہوں نے غزوۂ احد میں بھی رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہمرکابی کا شرف حاصل کیا، اسی غزوہ میں وہ مردانہ وار لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر لیے، ان کو

* ادارہ علم وعرفان، حیدرآباد، واستاذ حدیث دارالعلوم دیودرگ

ابن الزبعری نے قتل کیا تھا، جب لڑائی ختم ہوئی تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ دو دو تین تین صحابی ؓ کو یکجا ہی میدان اُحد میں دفن کر دیا جائے، چنانچہ اسی طرح صحابۂ کرام کو دفن کیا جانے لگا، اسی دوران حضرت انیسہ رضی اللہ عنہا کو بیٹے کی شہادت کی خبر ہوئی تو خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض گذار ہوئیں: اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا بیٹا عبداللہ بن سلمہ جو بدری ہے وہ معرکۂ احد میں رتبۂ شہادت پر فائز ہو چکا ہے، میں چاہتی ہوں کہ میں اسے اپنے قریب دفن کروں تا کہ مجھے اس کا قرب حاصل رہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی، پھر حضرت انیسہ نے اپنے بیٹے کی لاش کو ایک عباء میں لپیٹ کر اپنے آب کش اونٹ کی پیٹھ پر لادا، دوسری طرف مجذر بن زیاد ؓ کی لاش تھی جو عبداللہ ؓ کے مقابلے ہلکے اور دبلے پتلے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہاں سے گذر ہوا تو فرمایا: ''سوى بينهما عملهما'' دونوں کے درمیان ان کے عمل نے برابری کر دی۔

(الاصابۃ فی معرفۃ الصحابہ، انیسہ بنت عدی، ۸/۳۹، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

پوتے سعید بن عثمان بلوی

حضرت انیسہ رضی اللہ عنہ کے پوتے سعید بن عثمان بلوی ہیں جو ایک ثقہ راوی ہیں، جو اپنی دادی سے روایات نقل کرتے ہیں، ان کی ایک روایت سنن ابوداد میں بھی منقول ہے، جس کو انہوں نے عروہ بن سعید انصاری اور وہ اپنے والد حضرت حسین بن وحوح سے نقل کرتے ہیں کہ، طلحہ بن براء ؓ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، فرمانے لگے: ''مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ کا انتقال ہو چکا ہے، مجھے ان کے حوالے سے اجازت دو، ان کے بارے میں جلدی کرو''فإنه لا ينبغي لجيفة مسلم أن تحبس بين ظهراني أهله'' (اس لئے کہ مسلمان کی نعش کو اس کے اہل کے درمیان زیادہ دیر رکھنا مناسب نہیں۔ (سنن ابوداؤد، باب التعجیل، بالجنازۃ وکراہیۃ حبسہا، حدیث: ۳۱۵۹)

وفات

حضرت انیسہ بنت عدی ؓ کے مزید حالات اور وفات کی تفصیلات نہیں مل سکیں۔

اصلاحی مضامین

نئی نسل کدھر جارہی ہے؟

از: حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی نقشبندی*

کسی بھی قوم کی سرخروئی اور سربلندی کا سہرا اس کی نئی نسل اور نوجوانوں کے سر جاتا ہے، جس قوم کے نوجوان اعلیٰ کردار اور بلند اخلاق کے حامل اور مذہبی اقدار کے محافظ و پاسبان ہوتے ہیں کامیابی اس کے قدم چومتی ہے، وہ قوم دنیا میں سرخرو اور آخرت میں فلاح یاب ہوتی ہے، اس کے برخلاف جس قوم کے نوجوان حیاباختہ، بے لگام، خواہشات نفسانی کے اسیر اور اعلیٰ مذہبی روایات سے تہی دامن ہوتے ہیں وہ قوم قعر مذلت میں جا گرتی ہے، نہ صرف وہ آخرت میں رحمتِ الٰہی سے دور ہوتی ہے بلکہ دنیا میں بھی ذلت وادبار اس کا مقدر ٹھہرتا ہے۔ امتِ مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی اور اس کی ہمہ گیر ذلت وخواری کا ایک بنیادی سبب اس کی نئی نسل کی بے راہ روی اور مسلم نوجوانوں کی دین بیزاری ہے، اس وقت جس تیزی کے ساتھ ہماری نئی نسل بے راہ روی کا شکار ہورہی ہے اسے دیکھ کر بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی تباہی کے سارے سامان اکٹھے کرلیے ہیں، بے حیائی اور فحاشی کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے، سیل فون کا آزادانہ استعمال، شرم وحیا کی ساری حدوں کو توڑ رہا ہے، جوان لڑکوں سے لے کر کمسن بچوں تک فحاشی کے سیلاب میں بہتے چلے جارہے ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے سیل فون کے عادی ہوچکے ہیں، جوان رات رات بھر اپنے موبائل پر دنیا بھر کی غلاظتوں میں غوطہ زن رہتے ہیں، سیل فون کا فتنہ کالجوں میں زیرِ تعلیم مسلمان بچیوں کی نہ صرف چادرِ عصمت کو تار تار کررہا ہے بلکہ انھیں دین وایمان کی متاعِ عزیز سے بھی محروم کررہا ہے، تعلیم یافتہ مسلم لڑکیوں کے غیر مسلم نوجوانوں کے ساتھ شادی رچانے کے واقعات تھمنے کا نام نہیں لے رہے ہیں، شاید ہی کوئی مہینہ ایسا گزرتا ہو جس میں کسی نہ کسی مسلم لڑکی کے اپنے غیر مسلم دوست کے ساتھ فرار ہونے کا سانحہ نہ پیش آتا ہو، علاوہ ازیں موبائل پر ویڈیو گیمز کی مشغولی ایک لت کی شکل اختیار کرتی جارہی ہے، مار دھاڑ اور تشدد پر ابھارنے والے ویڈیو گیمز کی نئی نسل اس قدر عادی ہوتی جارہی ہے کہ کسی لمحہ خود کو اس سے دور رکھنا نہیں چاہتی، حتیٰ کہ گھر کے بڑوں کے منع کرنے پر ان کے ساتھ تشدد پر اُتر آرہی ہے، ابھی گذشتہ دنوں پیش آئے ایک تازہ واقعہ نے سب کے ہوش اُڑا دیئے، کرناٹک کے

* استاذِ حدیث دارالعلوم حیدرآباد

بیلگام ضلع میں ایک بیٹے نے پب جی گیم کھیلنے سے منع کرنے پر بوڑھے باپ کے تین ٹکڑے کرڈالے، پب جی اب تک دسیوں جوانوں کی جان لے چکا ہے، بیلگام ضلع کے کاتی گاؤں میں پب جی گیم کھیلنے سے منع کرنے پر ایک بدنصیب بیٹے نے اپنے ساٹھ سالہ باپ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا، بیشتر ویڈیو گیمز پر تشدد اور قتل و خوں ریزی کے مظہر ہوتے ہیں، اس قسم کے گیمز نئی نسل میں تیزی کے ساتھ مقبول ہوتے جارہے ہیں، ایسے گیموں کے عادی نوجوان اپنے روشن مستقبل سے بےخبر ہوکر زندگی کے قیمتی لمحات کو ضائع کرتے نہیں تھکتے۔

جہاں تک وضع قطع اور لباس و پوشاک کی بات ہے تو اس حوالہ سے ہمارے نوجوان ساری حدوں کو پار کرتے جارہے ہیں، اسلامی وضع قطع سے بیزاری اور دشمنان اسلام کی نقالی فیشن کی شکل اختیار کرتی جارہی ہے، جب کہ اسلام ایک مستقل دین اور مکمل تہذیب ہے، اس کا اپنا طرز معاشرت اور لباس و وضع قطع کا اپنا نظام ہے، جو سب سے پاکیزہ اور فطرت انسانی سے ہم آہنگ ہے، اسلام کسی مسلمان کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ وضع قطع میں دیگر شیطانی تہذیبوں کی نقالی کرے، ہمارے نوجوان سر کے بالوں کی تراش خراش سے لے کر لباس و پوشاک تک ہر معاملہ میں اسلامی وضع قطع چھوڑ کر حیاباختہ تہذیب کو گلے لگارہے ہیں، ڈاڑھی خالص مذہبی شئ ہے، لیکن ہمارے نوجوان ڈاڑھی کو بھی بطور فیشن اختیار کررہے ہیں، کوئی فرنچ کٹ ڈاڑھی رکھ رہا ہے تو کوئی مسائدلاکس ڈاڑھی، جب کبھی کوئی نئی فلم ریلیز ہوتی ہے اور اس میں اداکار جس انداز کی ڈاڑھی یا بال رکھے ہوتے ہیں بس وہی فیشن بن جاتا ہے، اس وقت نوجوانوں میں عجیب ہیئر اسٹائلس دیکھنے کو مل رہے ہیں، مشروم کٹ (Mashroom Cut) سولجر کٹ (Soldir Cut) اسٹیپ کٹ (Step Cut) ہپی کٹ (Hippy Cut) بے بی کٹ (Baby Cut) راؤنڈ کٹ (Round Cut) اسی طرح کٹورہ کٹنگ کا رواج بھی بہت عام ہے، نوجوان کٹنگ کے نام پر عجیب عجیب تماشے کررہے ہیں، سر کے نچلے حصہ کے بال بالکل باریک اور اوپری حصہ کو بالکل چھوڑ دیا جارہا ہے، بعض نوجوان سروں پر ڈیزائن بھی بنوارہے ہیں، جدھر دیکھئے نوجوان اپنے سروں کو تماشہ بنائے ہوئے ہیں، جب کہ یہ ساری شکلیں شرعاً درست نہیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سر کے کچھ بال کاٹنے اور کچھ چھوڑے رکھنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ''قزع'' سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابی داؤد) اور قزع اس کو کہتے ہیں کہ سر کے بعض حصہ کے بال کاٹے جائیں اور کچھ حصے کے چھوڑ دیئے جائیں۔

اسی طرح نوجوانوں میں اپنے بالوں کو مختلف رنگوں سے رنگنے کا رواج بھی بڑھ رہا ہے، نیز خواتین اور لڑکیاں بھی بطور فیشن اپنے بال کٹوا یا چھوٹے کروارہی ہیں، خواہ سامنے سے ہو یا دائیں بائیں یا پیچھے کی جانب

سے، اسی طرح بعض نو جوان لڑکے لڑکیوں سے مشابہت پیدا کرنے کے لیے سر پر چوٹی کی طرح بال رکھ رہے ہیں، جب کہ کچھ لڑکیاں اپنے بالوں کو کم کر کے لڑکوں سے مشابہت کی کوشش کر رہی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے لباس اور وضع قطع میں مردوں کو عورتوں سے اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، ارشاد نبوی ہے: اللہ کی لعنت ہے اُن مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔(بخاری شریف) حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو سر منڈانے سے منع فرمایا ہے۔(نسائی شریف) عورتوں کو سر منڈانے کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ عورتوں کی زلفیں مردوں کی ڈاڑھی کی طرح ہیں، صورت و زینت میں جس طرح مردوں کے لیے ڈاڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا ممنوع ہے اسی طرح عورتوں کے سر کے بال کٹوانا شرعاً ممنوع ہے۔

کالج میں زیر تعلیم مسلمان بچیاں بری طرح سے تہذیبی ارتداد کا شکار ہو رہی ہیں اور اسلامی تہذیب سے کنارہ کش ہو کر مغربی طور وطریقوں کو گلے لگا رہی ہیں، گھروں سے برقعہ پہن کر نکلا جاتا ہے جب کہ برقعہ کے اندر جنس پینٹ اور ٹی شرٹ ہوتا ہے، کالج پہونچ کر برقعہ لپیٹ دیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ لباس آدمی پر اپنا اثر چھوڑتا ہے، کالج کے مخلوط ماحول میں مسلم لڑکیوں کا یہ طرز عمل انھیں تباہی کے دہانے پر پہونچا رہا ہے، بہت سی بچیاں اپنی بھوؤں کو خوبصورت بنانے کے لیے آئی برو کے ذریعہ آس پاس کے بال تراش کر بھوؤں کو کمان کی طرح باریک کرتی ہیں، ابرو نوچ یا تراش کر باریک سی لکیر بنالینا یا دونوں بھوؤں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنا خلقت خداوندی میں تبدیلی پیدا کرنا ہے جو شرعاً درست نہیں، بہت سی لڑکیوں میں وِگ یعنی مصنوعی بالوں کی ٹوپی لگانے کا بھی رواج بڑھ رہا ہے، اس طرح کی ٹوپیاں بعض عارضی ہوتی ہیں اور بعض دائمی، حدیث شریف کی رو سے دونوں ممنوع ہیں، حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بال جوڑنے اور جڑوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔(بخاری شریف) جسم پر ٹیٹو بنوانے کا رواج بھی مسلم لڑکوں اور لڑکیوں میں خوب عام ہو رہا ہے، کوئی جسم پر پھول وغیرہ کا ڈیزائن بنواتا ہے تو کوئی جاندار کی تصویر بناتا ہے، گال اور ہونٹ پر مصنوعی تل بنانے کا رواج بھی ہمارے نو جوانوں میں خوب عام ہو رہا ہے، آرٹیفیشل میل داغ دے کر تل بنائے جاتے ہیں یا سوئی سے سوراخ کر کے سرمہ یا نیل وغیرہ بھر دیا جاتا ہے، یہ سب تغیر خلق اللہ ہے اور ممنوع ہے، حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ گودنے والیوں اور گدوانے والیوں، بالوں کو نوچنے والیوں اور نچوانے والیوں اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں اور اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے والیوں پر اللہ کی لعنت ہے۔(فتح الباری)

بہت سے جوانوں کو دیکھا جارہا ہے کہ وہ شوقیہ اپنے ہاتھوں میں لوہے یا دوسری دھاتوں کا کڑا، کالا دھاگا یا زنجیر کے بند پہننے لگے ہیں، ہاتھوں میں کڑا یا گلے میں لاکٹ پہننا از قبیل زیورات ہے، اور اس کا استعمال مردوں کے لیے درست نہیں۔ ملتِ اسلامیہ کو درپیش ایک اہم مسئلہ نسل نو میں منشیات کا بڑھتا رجحان ہے، کسی بھی ملت کو ترقی کی منزلوں پر لیجانے کے لیے اصل اثاثہ نوجوان ہوتے ہیں، لیکن یہ ملت کا عظیم سرمایہ منشیات کی بھینٹ چڑھ رہا ہے، اس وقت ہائیڈروجن بم سے بھی زیادہ اگر کسی چیز کا خطرہ نوجوانوں پر منڈلا رہا ہے تو وہ منشیات اور نشیلی اشیاء ہیں، تعلیمی اداروں میں منشیات کا استعمال اب ایک فیشن بنتا جارہا ہے، منشیات کے عادی صرف نوجوان لڑکے ہی نہیں ہیں بلکہ عصری اداروں میں زیر تعلیم بچیوں کی بڑی تعداد بھی اس لت کا شکار ہے، چند ماہ قبل اخبارات نے حیدرآباد کے اُن اسکولوں کی نشاندہی کی تھی جہاں طلبہ کثرت سے منشیات کا استعمال کرتے ہیں، نوجوانوں میں تمباکو، چرس، گانجہ، افیوم، شراب اور جدید قسم کی منشیات عام ہیں، افسوس ہے کہ جن اداروں میں مستقبل کے معمار تیار ہوتے ہیں اور جہاں ملک کا روشن مستقبل پروان چڑھتا ہے، اب وہاں منشیات نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں، نوجوان جس تیزی کے ساتھ نشیلی اشیاء کی طرف مائل ہورہے ہیں اس رجحان سے جہاں ہمارے نوجوانوں کی صحت پر انتہائی مہلک اثرات مرتب ہورہے ہیں، وہیں ان کی پڑھنے لکھنے اور کام کرنے کی صلاحیت بھی متأثر ہورہی ہے، اقوام متحدہ کے عالمی ادارۂ صحت کی رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں ۳۷ کروڑ سے زائد افراد مختلف اقسام کی منشیات استعمال کررہے ہیں اور ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے، عالمی ادارے صحت کے مطابق ہر سال ۴۰ لاکھ افراد منشیات کے استعمال کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، اس صورتِ حال کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ یہ وبا تعلیمی اداروں کو تیزی کے ساتھ اپنی لپیٹ میں لیتی جارہی ہے، دہلی کے اسکولوں کے سروے کے مطابق دس سال سے لے کر ۱۴ سال کے تقریباً ۱۶ فیصد سے زائد بچے کسی نہ کسی نشے کا باضابطہ طور پر استعمال کرتے ہیں، تازہ ترین خبروں کے مطابق راجیہ سبھا میں سماجی انصاف کے وزیر نے یہ قبول کیا کہ نئی نسل میں نشہ کے استعمال کی بڑھتی ہوئی چلن سے سرکار فکر مند ہے، اور اس نے ملک کے ۱۹۵/اضلاع میں دس سال کی عمر سے لیکر ۶۵ سال کی عمر کے لوگوں میں نشیلی اشیاء کے استعمال کے سلسلے میں سروے کروانے کا فیصلہ کیا ہے، تاکہ اسے روکنے کے لیے سرکار کوئی معقول لائحہ عمل بنا سکے، ایک بین الاقوامی سروے کے مطابق پنجاب میں ۲۲ فیصد، ہریانہ میں ۱۶ فیصد اور دہلی میں ۲۴ فیصد نوجوان نشے کا شکار ہیں، نشے کی لت سے بچوں کی صحت اور تعلیم دونوں متأثر ہورہے ہیں، حیدرآباد اور اس جیسے بڑے شہروں میں حقہ پارلر کا سلسلہ بھی خوب پنپ رہا ہے، جس میں لڑکے اور لڑکیاں مخلوط ماحول میں بے حیائی کا خوب مظاہرہ کرتے ہیں۔

اصلاحی مضامین

صحابہؓ: تنقید سے بالاتر ہیں

از: مولانا سید سیف اللہ قادری*

انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانوں میں جس جماعت کو اللہ رب العزت کے ہاں سب سے زیادہ قرب حاصل ہے وہ آپ کے تربیت یافتہ ساتھیوں کی مقدس و بابرکت جماعت ہے؛ جس جماعت کا ہر ہر فرد صلاح و تقویٰ، اخلاص وللّٰہیت اور زہد وطاعت سے آراستہ ومزین ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کی معاونت ونصرت اور دین کی دعوت واشاعت کے لیے منتخب فرمایا اور ان ہی کے ذریعے دین اسلام بھرپور حفاظت وصیانت کے ساتھ بلاتحریف وترمیم اگلی نسلوں تک پہونچا۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے ان سے محبت کو اپنی ذات اقدس سے محبت کا معیار قرار دیا اور فرمایا: خدارا! میرے صحابہؓ کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرتے رہو، ان کو میری وفات کے بعد ہرگز تنقید کا نشانہ مت بناؤ! جو کوئی ان سے محبت کرے گا تو وہ مجھ سے محبت کی دلیل ہوگی اور جو کوئی ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض کی بنیاد پر ان سے بغض رکھے گا۔ (ترمذی) اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ستارے آسمان کے لیے باعثِ امن ہیں، جب وہ غائب ہوجائیں تو آسمان پر وہ مصیبت آجائے گی، جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے اور میں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے امن کا باعث ہوں، جب میں چلا جاؤں گا تو ان کو وہ مصیبت پیش آئے گی، جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میری امت کے لیے باعث امن ہیں، جب وہ چلے جائیں تو امت پر وہ مصائب پیش آئیں گے، جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم)

یہ ان قدسی صفات اصحابؓ کے بارے میں کہا گیا جن کے دل رب کعبہ کی معرفت اور حبیب رب کعبہ کی عظمت سے معمور تھے۔ وہ خدا اور حبیبِ خدا کی محبت اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ گویا وہی ان کی غذا اور وہی ان کی دوا تھی، یہی وہ یارانِ باصفا تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی ہر ادا کو محفوظ رکھا اور نبی کریم ﷺ کی ہر ایذا سے حفاظت کی، اور ایسے باغیرت امتی تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے قال وحال کی حفاظت سے آگے بڑھ کر نبی ﷺ کے لعاب اور ماء مستعمل تک کو زمین تک نہ پہنچنے دیا اور اس کے ذریعے انسانیت کو عشق

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

ووفااور محبت وفنائیت کاحسین درس دیا۔

جن کی محبت وفنائیت کو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے ہی خوبصورت انداز میں یوں تحریر کیا کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت اور تاریخ اس قوت ایمانی اور جوش اسلامی کے طاقتور ترین سرچشموں میں سے ہے جن کو امت مسلمہ نے دل کی انگیٹھیوں کو سلگانے اور دعوت ایمانی کے شعلے کو تیز کرنے میں استعمال کیا ہے جو مادیت کی تیز وتند آندھیوں سے بار بار سرد ہو جاتی ہے اور اگر یہ انگھیٹیاں سرد ہو جائے تو ملت اسلامیہ کے پاس قوت وتاثیر اور امتیاز کا سرمایہ نہ رہے اور یہ لاشہ بے جان ہو کر رہ جائے جن کو زندگی اپنے کاندھوں پر اٹھائے پھر رہی ہو۔(حیاۃ الصحابہ)

صحابی کس کو کہتے ہیں؟:

صحابی کے اصل معنی ساتھی ،رفیق کے ہیں لیکن یہ اسلام کی ایک مستقل اور اہم اصطلاح ہے۔اصطلاحی طور پر صحابی اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے بہ حالت ایمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اور ایمان ہی کی حالت میں رخصت ہوا ہو۔حدیث نبوی:"طوبی لمن رانی ولمن رآي من رانی " سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ صحابیت کے لیے ملاقات کافی ہے یہ ضروری نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طویل صحبت حاصل ہو یا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی روایت نقل کی ہو۔اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ امت کا کوئی اعلیٰ ترین فرد بلکہ دنیا کے تمام غوث بھی کسی ادنیٰ صحابی کے مقام ومرتبے کو نہیں پہنچ سکتے؛ کیوں کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے تسلیم ورضا کے جس بلند معیار تک رسائی حاصل کی اور مقبولیت کی جس منزل تک پہنچے وہ اُنہی کا حق تھا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوصافِ حمیدہ:

وہ بے نیاز خدا کے سب سے زیادہ نیاز مند بندے تھے،وہ انتہائی راسخ العقیدہ،فہیم الطبع اور سلیم الفطرت اشخاص تھے۔عبادات میں عابد اور معاملات میں امین تھے۔مزاج میں قانع اور کفایت شعار تھے۔انہوں نے معاد کو اولویت اور معاش کو ثانویت کا درجہ دیا تھا۔محتاجوں،فاقہ مستوں، دریوزہ گروں اور غربت زدہ طبقوں کے مسیحا اور فریادرس تھے۔وہ زندہ دل اور زندہ ضمیر تھے۔ان کے کردار میں ضیاء اور گفتار میں سنجیدگی تھی۔حرص وطمع ابن الوقتی،اور خودغرضی جیسے اوصاف رذیلہ اور خصائل کریہہ سے منزہ اور بالاتر تھے۔اہل ایمان پر شفیق اور کفار پر شدید تھے،نیز آخرت کو دنیا پر،ہدایت کو جہالت پر ترجیح دینے والے تھے۔اللہ کے بندوں کو غلامی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں لانے،مذاہب کے ظلم وجور سے اسلام کی عدل گستری میں پہنچانے، دنیا کی تنگیوں سے آخرت کی وسعتوں میں لے جانے والے تھے،اللہ سے ملنے اور جنت میں داخل ہونے کے شوقین تھے۔ان کی

شخصیات ان سب محیر العقول اوصاف سے متصف تھیں۔

صحابہ کرامؓ کی عظمتوں پر لاکھوں سلام:

اصحابِ رسولؐ کے فضائل ومناقب پر بہت سی آیتیں اور احادیث متواترہ ہیں۔اسی وجہ سے اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہؓ ثقہ وعادل ہیں، ان کے جنتی ہونے میں کوئی شک نہیں اور بعد والوں کو یہ حق نہیں کہ وہ صحابہؓ پر اُن کی لغزشوں کو بنیاد بنا کر اپنی آرا کا تختہ مشق بنائیں اور ان پر انگشت نمائی کریں؛ حالاں کہ خدا نے ان کی تمام لغزشوں کو معاف کر دیا، وہ مغفور ومرحوم ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" **وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى** "(الحدید:۱۰) سب (صحابہؓ) کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔اور **اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ** (الانبیاء:۱۰۱) بھی ان کے جنتی ہونے کی واضح دلیل ہے۔اصحابِ رسول ﷺ کو اللہ کی جانب سے رضی اللہ عنھم ورضو عنه کی خوشخبری ملی، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہیں (بخاری شریف) نیز بہت سے اہل علم نے صحابہ کرامؓ کی عظمت اور فضیلت کو مختلف انداز میں اجاگر کیا ہے۔چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مجموع الفتاویٰ میں فرماتے ہیں: صحابہ کرامؓ کے فضائل اور ان کی مدح وثنا اور بعد والوں پر ان کی فضیلت کے متعلق احادیث مشہورہ بلکہ متواترہ ہیں، صحابہؓ پر طعن درحقیقت قرآن وحدیث پر طعن ہے(مجموع الفتاویٰ:۴۳۰/۴) اور مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی نے بڑے ہی مختصر اور دلکش پیرائے میں فرمایا کہ آسمانی صحائف اور عمرانی روایات جو اہل نظر تک پہنچی وہ سب متفق ہیں اس بات پر کہ تمام قابل تکریم پاسبانِ مذاہب اور مستحق تعظیم ہادیانِ صداقت اس بات سے عاری اور مثال سے عاجز ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی محض ۲۳/سالہ تربیت نے دنیا کے سب سے زیادہ بدنما انسانوں کو انسان، انسانوں کو باخلاق انسان، بااخلاق انسانوں کو باخدا انسان اور باخدا انسانوں کو دنیا وآخرت میں بامراد انسان بنا کر چھوڑا۔(تاریخ اسلام)

صحابہؓ کے بارے میں احتیاط:

نبوت کے بعد شرفِ صحابیت اسلام کا سب سے بڑا اعزاز ہے، اس کا حصول عطیہ خداوندی ہے، رب ذوالجلال نے اپنے حبیب ﷺ کی معیت وصحبت کے لئے جن اصحاب کا انتخاب کیا ہے وہی لوگ اس کمال سے مزین ہوئے۔انھی کی قربانیوں اور جانفشانیوں سے اسلام کا شجر طوبی پروان چڑھا ہے ؛اسی لیے آپ ﷺ نے ان کو امت کا سب سے بہترین طبقہ قرار دیا۔نبی کریم ﷺ نے جہاں اپنے اصحاب کے فضائل مناقب سے امت کو آگاہ کیا، وہیں اپنے تیار کردار اصحاب کے خلاف زہر اگلنے، ان پر انگشت نمائی کرنے

اوران کی بے ادبی کرنے والوں پر سخت وعیدیں بیان فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کو اپنی محبت اوران سے بغض کو اپنے بغض کی وجہ بتلائی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا نہ کہو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم احد کے پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو وہ ان کے ایک مد بلکہ اس کے نصف خرچ کرنے کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔ (مسلم)

علامہ آلوسیؒ نے فرمایا: جن کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدح وتعریف اور رفعتِ شان سے انقباض ہو وہ اپنے ایمان کی خیر منائیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف سے اگر چہرہ مرجھا جائے تو سمجھ لیں کہ لیغیظ بھم الکفار کا کچھ عکس آ گیا ہے۔ (روح المعانی، سورۃ الفتح: ۱۲۹)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا دنیا کا سب سے کمینہ شخص کون ہے تو انہوں نے فرمایا: کمینہ وہ شخص ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہے کیوں کہ وہ پوری امت کے بڑے محسن ہیں۔ (معارف القرآن: ۶۱۰/۴)

ابو منصور عبد القادر بن طاہر بغدادی نے الفرق بین الفرق میں رقم طراز ہے کہ اہل علم نے عشرۂ مبشرہ میں سے کسی ایک کی بھی تکفیر کرنے والے کی تکفیر کی ہے اور تمام ازواج مطہرات سے محبت واحترام کا حکم دیا اور ان کی تکفیر کرنے والے کی تکفیر کی (الفرق بین الفرق: ۳۵۳) فقہی دنیا کی ایک عبقری شخصیت علامہ کاسانیؒ بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں: کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو فاسق قرار دینے سے باز رہنا اور ان پر طعن وتشنیع سے رکے رہنا اہل السنت والجماعت کے شرائط میں سے ہے۔ (بدائع الصنائع: ۵/۱۱۷)

خلاصہ یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم امت پر لازم وضروری ہے اور امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی کسی بھی طرح بے ادبی اور گستاخی جائز نہیں ہے، اس لیے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیئے نیز ہمیشہ سوء کلام اور سوء گمان سے بچنا چاہیے۔

آخری بات:

صحابہ رضی اللہ عنہم کا احترام پوری امت پر واجب ہے اگر آپ صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت نہیں کر سکتے تو آپ کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم شریعت کے ناقل ہیں ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ ایک شخص شریعت سے تو محبت کرتا ہے مگر ناقلین شریعت سے نفرت کرتا ہو جس طرح جسم میں گوشت اور ہڈی کو ملانے کا کام پٹھا کرتا ہے اسی طرح امت کو قرآن اور حدیث سے ملانے کا کام صحابہ رضی اللہ عنہم کرتے ہیں۔ تاجدارِ بطحیٰ کی زبان مقدس سے نکلنے والا جملہ أَصۡحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اِقۡتَدَيۡتُمۡ اِهۡتَدَيۡتُمۡ. (کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کے مانند ہیں تم جس کی بھی اقتدا

کرو گے راستہ پا جاؤ گے) اپنے اندر جامعیت و گہرائی رکھتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ان کے تئیں بجز اس کے کچھ نہ کہتے تب بھی یہ الفاظ ان کے مقام کو سمجھنے کے لیے کافی تھے؛ لیکن اس کے باوجود بھی امت کے کچھ لوگ دریدہ دہن، دریدہ قلم، ناموسِ صحابہؓ کے قزاق یہ ناروا بات کہتے ہیں کہ صحابہؓ کے دل میں (نعوذ باللہ) ایمان نہیں تھا، یا وفاتِ رسول ﷺ کے بعد کافر ہو گئے تھے یا چار آدمیوں کے علاوہ سب منافق تھے۔

یقیناً یہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کے سینے میں دل نہیں، جن کے دل میں احساس نہیں اور جن کے احساس میں زندگی کی رمق نہیں یہ کیسی احمقانہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تو اصحاب رسول، اللہ کے محبوب و پسندیدہ بندے تھے وفات نبی کے بعد ان حضرات سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا؟ یہ جو صحابہؓ پر بیہودہ گوئی کر رہے ہیں گویا وہ ان کی آڑ میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کی بے حرمتی اور بالواسطہ خدا کے انتخاب اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی تربیت پر انگشت نمائی کر رہے ہیں۔

اللہ ہم سب امت مسلمہ کی اس فعلِ بد اور عملِ غلط سے حفاظت فرمائیں۔ آمین

دین پر جمے رہنے کی دعا

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا کرتے تھے کہ ''اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ اے اللہ! میرے دل کو دین پر جما دیجئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ ہم آپ پر اور آپ کے لائے ہوئے دین و شریعت پر ایمان لائے ہیں، کیا آپ ہم پر کسی بات کا خوف و اندیشہ کرتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ہاں! بلاشبہ دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں میں ہے، وہ جس طرح چاہتا ہے ان کو اُلٹ پلٹ کرتا ہے۔''

(ترمذی: ۲۱۴۰)

اصلاحی مضامین

کتے پالنے کا بڑھتا ہوا شوق اور اسلامی نقطۂ نظر!

ازقلم: مولانا محمد عمر قاسمی کاماریڈی*

"انسان" اُنس ومحبت کا پیکر اور اپنائیت ویگانگت کا مجسمہ ہے؛ اسی وجہ سے وہ انسانی سماج اور برادری میں زندگی بسر کرنے میں رغبت رکھتا ہے، اجتماعیت سے انحراف اور درندوں کی ہم راہی فطرت سے بغاوت اور انسانیت سے عداوت ہے؛ لیکن تعجب ہے مغربی کلچر اور یورپی معاشرہ پر! جہاں انسانوں سے زیادہ چوپایوں اور حیوانوں کی قدر ہے؛ یہی وجہ ہے کہ وہاں کی عورتیں شادی کرکے مردوں کو اپنا جیون ساتھی بنانے کے بجائے "کتوں" کی ہمراہی کو ترجیح دیتی ہیں، اور اب یہ مغربی مزاج غیر مسلم مستشرقین سے آگے بڑھ کر مسلم معاشرہ تک متعدی ہورہا ہے؛ چناں چہ شہری علاقے کے صاحبِ ثروت اور ذی اثر لوگ گھروں میں شوقیہ کتا پال رہے ہیں؛ نیز اسے فیشن اور باعثِ نمائش سمجھا جارہا ہے؛ حالاں کہ شریعتِ مطہرہ نے بلاضرورتِ خاص کتا پالنے سے منع کیا ہے اور اُسے حبطِ اعمال وبُعدِ رحمت کا ذریعہ بتایا ہے، اور بندۂ مؤمن اس سے احتیاط ہے؛ کیوں کہ

تقدیر کے پابند نباتات وجمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

مغربی مزاج اور کتے کی حقیقت وخباثت!

اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت کے لوگ کتا پالنے کے بڑے شوقین تھے، گھروں اور بیٹھکوں میں کتوں کی آمدورفت عام سی بات تھی؛ حتیٰ کہ اگر کسی قبیلہ کا کتا دوسرے کے ہاتھوں مارا جاتا تو اس کے انتقام اور بدلہ کے لئے آپس میں تلواریں میانوں سے نکل جاتیں اور جنگیں چلتیں؛ لیکن اسلام نے اپنے ماننے والوں کو تعلیم دی کہ وہ کتوں کو اپنے سے دور اور علاحدہ رکھیں! ان کی صحبت ورفاقت سے گریز کریں؛ یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرہ میں اسے معیوب اور نجس تصور کیا جاتا ہے؛ لیکن اس کے برعکس مغربی معاشرہ میں کتا گھر کا ایک فرد شمار کیا جاتا ہے، اور حد تو یہ ہے کہ ہر وقت (سفر میں ہو کہ حضر میں، دکان پر ہو کہ مکان پر) ساتھ ہی رہتا ہے؛ گویا کتا ان کے لئے باعثِ زینت اور ذریعۂ نمائش ہے، ہاں! کتے سے حاصل ہونے والے منافع وفوائد سے کسی کو انکار نہیں؛ لیکن

* فاضل دارالعلوم دیوبند

دوسری جانب کچھ ایسی صفات بھی اس میں موجود ہے جن کی بنا پر ایک سلیم الفطرت اور نفیس الطبع شخص اس سے گھن کرتا ہے اور اس سے علاحدہ رہنے ہی کو پسند کرتا ہے؛ جیسا کہ اس کے بعض مذموم اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت تھانویؒ رقم طراز ہیں: ”کتا باعتبار اوصافِ مذمومہ کے شیطان ہوتا ہے؛ چناں چہ اس کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیطان فرمایا___ وہ اوصافِ ذمیمہ یہ ہیں کہ جتنا کتا خبیث ترین و ذلیل ترین وخسیس ترین وحریص ترین حیوانات میں سے ہے اس کی محبت پیٹ سے آگے نہیں گزرتی، اس کی شدّتِ حرص میں سے ایک بات یہ ہے کہ جب وہ چلتا ہے تو شدتِ حرص کی وجہ سے ناک زمین پر رکھ کر زمین سونگھتا جاتا ہے اور اپنے جسم کے سارے اعضاء چھوڑ کر ہمیشہ اپنی دبر (پاخانہ کی جگہ) سونگھتا ہے اور جب اس کی طرف پتھر پھینکو تو وہ فرطِ حرص وغصہ کی وجہ سے اس کو کاٹتا ہے؛ الغرض یہ جانور بڑا حریص و ذلیل و دنی ہمت ہوتا ہے، گندے مردار کو بہ نسبت تازے گوشت کے زیادہ پسند کرتا ہے اور نجاست کو بہ نسبت حلوا کے بڑی رغبت سے کھاتا ہے، اور جب کسی ایسے مردار پر پہنچے جو صدہا کتوں کے لیے کافی ہو تو شدتِ حرص وبخل کی وجہ سے اس مردار سے دوسرے کتے کو ذرہ برابر کھانے نہیں دیتا، پس جب کتے کے ایسے اوصافِ مذمومہ ہیں تو جو شخص اس کو کھاتا وہ بھی ان ہی اوصاف سے متصف ہوتا؛ لہٰذا یہ جانور حرام ٹھہرایا گیا اور چوں کہ کتا پالنے میں اس کے ساتھ زیادہ تلبس ہوتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے؛ اس لیے بلا خاص ضرورت کی صورتوں میں اس کا پالنا بھی ممنوع قرار دیا گیا کہ ان کی صفاتِ خبیثہ اس شخص میں اثر کریں گی اور چوں کہ ان صفاتِ خبیثہ سے ملائکہ کو نفرت ہے تو اس شخص سے ملائکہ بُعد اختیار کرتے ہیں، چناں چہ وہ ایسے گھر میں بھی نہیں آتے جہاں کتا ہوتا ہے اور سیاست کے ملائکہ (انتظامِ عالم اسی طرح حفاظت اور عذاب وسزا والے فرشتے) اس سے مستثنیٰ ہیں“۔(احکامِ اسلام عقل کی نظر میں: ۲۷۲)

ہماری صورت حال!

کتا پالنے کا یہ شوق یورپ کی دَین اور اغیار کی نقالی کا نتیجہ ہے؛ لیکن چشم دید صورت حال سے ایسا لگتا ہے کہ نادان مسلمان خود بھی اس کے بڑے شوقین اور دل دادہ ہیں؛ کیوں کہ کتا ہمہ وقت ان کے ہم راہ رہتا ہے؛ خواہ دکان پر ہو کہ مکان پر؛ حد تو یہ ہے کہ کھانے کی ٹیبل پر اور بیڈ روم کے بستر پر بھی ساتھ ہوتا ہے، اور یہ سب محض دیکھا دیکھی اور تکمیلِ شوق کا اثر ہے، مقام افسوس تو یہ کہ! اپنے بال بچوں اور عزیز واقارب سے زیادہ کتے کی دیکھ بھال کی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ کتا دل بہلانے کا ذریعہ اور کٹھن حالات میں سہارا ہے، جب کہ اسلام نے کتوں سے باز رہنے کی تعلیم دی، اور رشتے نبھانے کی تاکید کی ہے، ہمارا معاملہ تو بالکل برعکس ہے جو سراسر قابلِ افسوس اور لائق تبدیل ہے، اس کے مضرات اور نقصانات سے بچنا ہی دانش مندی کا تقاضہ ہے۔

کتا پروری حبطِ اعمال اور بُعدِ ملائکہ کا باعث!

اسلام اپنے پیروکاروں کو کسی کام کے کرنے یا کسی عمل سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہے تو اس کے پیچھے کئی ایک وجوہات اور مصلحتیں مضمر اور پوشیدہ ہوتی ہیں جہاں تک عقلِ انسانی کی رسائی ممکن نہیں اور مصلحت جوئی میں پڑنا مسلمان کی شان بھی نہیں؛ کیوں کہ بندگی کا تقاضہ ہے کہ بندہ بلا چوں و چراں حکمِ خداوندی کو مان لے؛ لیکن یہ خدا کی کرم فرمائی اور ذرہ نوازی کہیے کہ وہ اس کی کچھ مصلحتوں کو بندوں پر منکشف کر دیتا ہے؛ چناں چہ کتا پالنے کی ممانعت پر سخت ترین وعیدیں آئی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من اتخذ کلباً إلا کلب ماشیة، أو صید، أو زرع، انتقص من أجره کل یوم قیراط ". (سنن الترمذی: ۴/۸۰)

یعنی جس شخص نے جانور اور کھیتی وغیرہ کی حفاظت یا شکار کے علاوہ کسی اور مقصد سے کتا پالا، تو اس کے ثواب میں ہر روز ایک قیراط کم ہوگا۔ (ایک روایت میں دو قیراط کا ذکر ہے۔)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاضرورت کتا پالنے کی ایک نحوست یہ سامنے آئی کہ روزانہ بندہ کا اجر وثواب گھٹتا رہتا ہے؛ اور نقصِ اجر یہ کسی خسارہ سے کم نہیں، اور تو اَور ملائکہ رحمت بھی اس گھر کا رخ نہیں کرتے جس میں کتا ہو؛ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: ''لا تدخل الملائکة بیتاً فیه صورة و لا کلب''. (البخاری، رقم: ۴۰۰۲، ۵/۱۸) ترجمہ: رحمت کے فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں (جاندار کی) تصویر یا کتا ہو۔

اور جب گھر میں رحمت کے فرشتوں کی آمد ورفت نہیں ہوگی تو گھروں سے خیر وبرکت اور سکون واطمینان کا خاتمہ ہو جانا یقینی ہے، اس میں کسی اَور کا کیا قصور! بس ؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

دنیاوی وطبی نقصانات

کتا نجس الفطرت اور خبیث الطبیعت ہوتا ہے؛ اگر اس کی صحبت وہم راہی اختیار کی جائے گی تو اس کے نجس اثرات اس کی ذات میں منتقل ہو جائیں گے، اور صحبت کا اثر ہونا یقینی امر ہے؛ خواہ انسان سے ہو کہ حیوان سے، اور چوں کہ خنزیر کی بے حیائی اور کتے کی نجاست خوری ایک ضرب المثل چیز ہے، اور کتا پالنے اور اس کے ساتھ رہنے کے نتیجے میں اس کے اوصاف وعادات غیر محسوس طور پر منتقل ہوتے ہیں، اور اسلام نہیں چاہتا کہ کتے کے اوصاف واخلاق انسان میں منتقل ہو، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بلاضرورت کتا رکھنے کی ممانعت فرما دی ہے۔

طبی اعتبار سے خسارہ ونقصان یہ ہے کہ سائنسی تحقیقات کے مطابق کتے کے جراثیم بہت ہی مہلک اور بے حد ضرر رساں ہوتے ہیں، اور اس کا زہر اگر آدمی کے بدن میں سرایت کر جائے تو اس سے جاں بر ہونا بہت

ہی مشکل ہوجاتا ہے۔ ذرا سوچیں کہ یہ اسلام کا انسانیت پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اسلام نے نہ صرف کتے کو حرام کر دیا؛ بلکہ اس کی مصاحبت و رفاقت پر بھی پابندی عائد کر دی، جیسا کہ ڈاکٹرز کسی مجذوم اور طاعونی مریض کے ساتھ رہنے سے روک دیتے ہیں؛ لیکن اس کے باوجود پھر بھی بعض نااہل و کج فہم لوگ استفسار کرتے رہتے ہیں کہ اس میں مصلحت کیا ہے؟ کتا پالنے میں نقصان کیا ہے؟ حالاں کہ اس کے نقصانات چشم کشا اور عیاں ہے؛ البتہ اس کے لئے نگاہِ بلالی چاہیے نہ کہ نظرِ سوالی!

شرعی نقطہ نظر

کتا پالنا اور اس کو ساتھ ساتھ رکھنا اور پیار محبت کا برتاؤ کرنا صحیح نہیں ہے، اور اس مقصد کے لیے اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں ہے؛ لیکن بسا اوقات کتے پالنے کی ضرورت پیش آتی ہے مثلاً شکار کے لئے یا کھیتوں کی نگہبانی کے لئے یا گھر کی حفاظت کے لئے تو پھر ایسی صورت میں کتوں کو ضرورتاً رکھ سکتے ہیں اور اس مقصد کے لیے خرید و فروخت بھی درست ہے اور اس کی کمائی بھی حلال ہے؛ چناں چہ اگر کوئی شخص شکاری کتوں یا حفاظتی کتوں کی تجارت کرتا ہے تو یہ تجارت درست ہے؛ کیوں کہ اس سے ایک جائز ضرورت کی تکمیل ہوتی ہے، صحیح مسلم اور دیگر کتبِ حدیث کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی شکاری کتوں اور حفاظتی کتوں کو پالنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے؛ البتہ وہ کتے جو صرف شوقیہ رکھے جاتے ہیں یا بلا ضرورت ان کی خرید کی جاتی ہے تو پھر اس کی ممانعت ہوگی، مسلمانوں کو اس قسم کے کاروبار سے پرہیز کرنا چاہیے تاکہ ایسی بے برکت چیزوں سے حفاظت ہو سکے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار ۵ / ٦٩)

الحاصل

اس تحریر کے ذریعہ راقم السطور ان تمام فریب خوردہ لوگوں کو جو کتے پالنے کے شوق میں یورپی کلچر اور کافروں کے فعل سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں، یہ پیغام دینا چاہتا ہے کہ سب سے پہلے کتوں کو اپنے گھروں سے نکالیں، بے جا اعتراضات کرنے اور مصلحت جوئی کرنے سے بچیں، اپنی آنکھوں سے مادیت پرستی کا چشمہ ہٹائیں، فرامینِ خداوندی اور ارشاداتِ نبوی سے سمجھیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کریں، توبہ کریں، غیروں کی نقالی سے بالکلیہ احتراز کریں، خواہشات کی اتباع سے باز آجائیں، اسلامی حدود و شرعی قیود سے واقف ہو، اور تعلیمات و احکام سے باخبر ہو، علماء کرام کی رہبری و رہنمائی میں زندگی گزاریں، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو شریعت پر عمل اور دین کا فہم عطا فرمائے۔ آمین

اصلاحی مضامین

حکیم لقمانؒ کی قیمتی نصیحتیں

از: مولانا ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

حکیم لقمان رحمۃ اللہ علیہ کا نام تو بچپن سے ہی سنتے چلے آ رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نام سے قرآن کریم میں ایک سورت نازل فرمائی ہے۔ جس کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی ان شاء اللہ۔ لیکن بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ حضرت حکیم لقمان کون تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نسب، خاندان اور زمانہ کے بارے میں تو اپنے کلام میں کوئی ذکر نہیں کیا، لیکن ان کے حکیمانہ اقوال کا ذکر فرمایا ہے۔ تاہم قدیم تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ اس نام کا ایک شخص سرزمین عرب پر موجود تھا، البتہ اُن کی شخصیت اور نسب کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی جبکہ دوسری روایت سے حضرت داؤد علیہ السلام کا ہم عصر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اکثر مؤرخین کی رائے ہے کہ حکیم لقمان رحمۃ اللہ علیہ افریقی النسل تھے اور عرب میں ان کی آمد بحیثیت غلام ہوئی تھی۔ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ حکیم لقمان نبی نہیں تھے اور نہ ان پر وحی نازل ہوئی کیوں کہ قرآن وحدیث میں کسی بھی جگہ کوئی ایسا اشارہ موجود نہیں ہے جو حکیم لقمان کے نبی یا رسول ہونے پر دلالت کرتا ہو۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے حکیم لقمان کو نبوت عطا نہیں کی مگر حکمت ودانائی سے وافر حصہ دیا۔

روایات میں آتا ہے کہ آپ صورت شکل کے اعتبار سے اچھے نہیں تھے، جیسا کہ مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حبشی سے کہا تھا کہ تو اس بات سے دل گیر نہ ہو کہ تو کالا حبشی ہے، اس لئے کہ حبشیوں میں تین آدمی دنیا کے بہترین انسان ہوئے ہیں۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا غلام مہجع اور حکیم لقمان رحمۃ اللہ علیہ۔

غرضیکہ حکیم لقمان کے حالاتِ زندگی اور زمانہ میں اختلاف کے باوجود پوری دنیا ان کو ایک مشہور شخصیت تسلیم کرتی ہے۔ جاہلیت کے متعدد شعراء نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ لقمان میں حضرت حکیم لقمان رحمۃ اللہ علیہ کی اُن قیمتی نصیحتوں کا ذکر فرمایا ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے بیان فرمائی تھیں۔

یہ حکیمانہ اقوال اللہ تعالیٰ نے اس لئے قرآن کریم میں نقل کئے ہیں تا کہ قیامت تک آنے والے انسان ان سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی کو خوب سے خوب تر بنا سکیں اور ایک اچھا معاشرہ وجود میں آسکے۔

پہلی نصیحت: شرک سے دوری: سب سے پہلی حکمت عقائد کی درستگی کے متعلق ہے۔اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔یقین جانو شرک بہت بڑا ظلم ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ ہی پوری کائنات کا خالق و مالک و رازق ہے اور اس کے ساتھ کسی غیر اللہ کو شریکِ عبادت نہ کرنا۔اس دنیا میں اس سے بڑا ظلم نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق کو اس کے برابر ٹھہرایا جائے۔یہی وہ پیغام ہے جس کی دعوت تمام انبیاء و رسل نے دی ہے کہ معبودِ حقیقی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہی پیدا کرنے والا، وہی رزق دینے والا ہے اور پوری دنیا کے نظام کو تنہا وہی چلانے والا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ہم سب اس کے بندے ہیں اور ہمیں صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔وہی مشکل کشا، حاجت روا اور ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے۔

دوسری نصیحت: اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے: حکیم لقمان کی دوسری نصیحت اپنے بیٹے کو یہ تھی کہ اس کا یقین رکھا جائے کہ آسمان وزمین اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس کے ایک ایک ذرہ سے اللہ جل شانہ اچھی طرح واقف ہے، کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے اور اس پر اس کی قدرت بھی کامل ہے۔کوئی چیز کتنی بھی چھوٹی سے چھوٹی ہو جو عام نظروں میں نہ آسکتی ہو، اسی طرح کوئی چیز کتنی ہی دور دراز پر ہو، اسی طرح کوئی چیز کتنے ہی اندھیروں اور پردوں میں ہو اللہ تعالیٰ کے علم ونظر سے نہیں چھپ سکتی۔غرضیکہ ہم دنیا کے کسی بھی میدان میں ہوں، تجارت کر رہے ہوں، درس وتدریس کی خدمات انجام دے رہے ہوں، ملازمت کر رہے ہوں، قوم وملت کی خدمت کر رہے ہوں، لیکن ہمیں ہمارے ماں باپ اور کائنات کو پیدا کرنے والا ہماری زندگی کے ایک ایک لمحہ سے پوری طرح واقف ہے اور ہمیں مرنے کے بعد اس کے سامنے کھڑے ہوکر زندگی کے ایک ایک پل کا حساب دینا ہے۔اگر ہم نے کسی سے چھپ کر رشوت لی ہے یا کسی شخص پر ظلم کیا ہے یا کسی غریب کو ستایا ہے یا کسی کا حق مارا ہے تو ممکن ہے کہ ہم دنیا والوں سے بچ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اندھیر نہیں ہے اور ہمیں اس کا ضرور حساب دینا ہوگا۔

تیسری نصیحت: نماز قائم کرنا: حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا: بیٹا! نماز قائم کرو۔نماز ایمان کے بعد اسلام کا اہم ترین رکن ہے۔نماز خود اہم ہونے کے ساتھ وہ دوسرے اعمال کی درستگی کا ذریعہ بھی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے اسے پڑھیے اور نماز قائم کیجئے، یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔(سورۃ العنکبوت: ۴۵) نماز میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت وتاثیر رکھی ہے کہ وہ

نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دیتی ہے مگر ضروری ہے کہ اس پر پابندی سے عمل کیا جائے اور نماز کو اُن شرائط وآداب کے ساتھ پڑھا جائے جو نماز کی قبولیت کے لئے ضروری ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ فلاں شخص راتوں کو نماز پڑھتا ہے مگر دن میں چوری کرتا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس کی نماز عنقریب اس کو اس برے کام سے روک دے گی۔ (مسند احمد، صحیح ابن حبان) لہٰذا ہمیں نمازوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔

چوتھی نصیحت: اصلاح معاشرہ کے لئے کوشش کرنا: حکیم لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے آگے فرماتے ہیں: اپنی ذات سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ معاشرہ کی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا یعنی اس بات کی فکر کرنا کہ سارے انسان اللہ کو مان کر، اللہ کی مان کر زندگی گزارنے والے بن جائیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (اچھائیوں کا حکم کرنے اور برائیوں سے روکنے) کی ذمہ داری کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار بیان کیا ہے۔ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۷۱ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے معاون ومددگار ہیں، ان کے چار اوصاف ہیں: اچھائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ زکاۃ ادا کرتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح ہر مؤمن پر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا، نماز قائم کرنا اور زکاۃ ادا کرنا (اگر مال پر زکاۃ فرض ہے) ضروری ہے، اسی طرح اچھائیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا ہر ایمان والے کے لئے ضروری ہے، اگرچہ ہر شخص استطاعت کے مطابق ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مکلف ہے۔

پانچویں نصیحت: حالات پر صبر کرنا: اپنے ساتھ دوسروں کی اصلاح کی کوشش کرنا ایسا عمل ہے کہ اس کی پابندی میں خاصی مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اس پر ثابت قدم رہنا آسان نہیں ہے خصوصاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خدمت کا صلہ دنیا میں عموماً عداوتوں اور مخالفتوں سے ملتا ہے، اس لئے حکیم لقمان نے اس کے ساتھ یہ وصیت بھی فرمائی: دین پر چلنے اور اس کو دوسروں تک پہنچانے میں جو مشکلات سامنے آئیں ان پر صبر کریں، جیسا کہ سورہ العصر میں اللہ تعالیٰ زمانے کی قسم کھا کر ارشاد فرماتا ہے کہ تمام انسان خسارے اور نقصان میں ہیں مگر وہ لوگ جو اپنے اندر چار صفات پیدا کرلیں: ایمان لائیں۔ نیک اعمال کریں۔ محض اپنی انفرادی اصلاح وفلاح پر قناعت نہ کریں بلکہ امت کے تمام افراد کی بھی کامیابی کی فکر کریں۔ دین پر چلنے اور اس کو دوسروں تک پہنچانے میں جو مشکلات آئیں ان پر صبر کریں۔

حکیم لقمان کی چند دیگر نصیحتیں آداب معاشرت کے متعلق: حکیم لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے

فرماتے ہیں: لوگوں کے سامنے (تکبر سے) اپنے گال مت پھلاؤ۔ یعنی لوگوں سے ملاقات اوران سے گفتگو کے وقت ان سے منہ پھیر کر گفتگو نہ کرو جواُن سے اعراض کرنے اور تکبر کرنے کی علامت اوراخلاق شریفانہ کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق قرآن کریم سورۃ القلم کی آیت ۴ میں ارشاد فرماتا ہے۔ یقیناً تم اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اخلاق قرآنی تعلیمات کے عین مطابق تھا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے بہترین اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا کیا گیا ہے۔ (مسند احمد)

غرضیکہ حکیم لقمان کی اپنے بیٹے کو کی گئی قیمتی نصیحت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کرکے پوری انسانیت کو یہ پیغام دیا کہ ہمیں تمام انسانوں کے ساتھ اچھے اخلاق پیش کرنے چاہئیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشادفرمایا جو بندہ درگزر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہےاور جو بندہ اللہ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔ (صحیح مسلم)

حکیم لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: زمین پر اتراتے ہوئے مت چلو۔ یعنی زمین کو اللہ تعالیٰ نے سارے عناصر سے پست افتادہ بنایا ہے، تم اسی سے پیدا ہوئے، اسی پر چلتے پھرتے ہو، اپنی حقیقت کو پہچانو، اِترا کر نہ چلو جو متکبرین کا طریقہ ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یقین جانو اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشادفرمایا: جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آدمی چاہتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اوراس کا جوتا عمدہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے، جمال کو پسند کرتا ہے۔ کبراورغرورتو حق کو ناحق کرنا اورلوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔ (مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب تحریم الکبر) یعنی اپنی وسعت کے مطابق اچھا لباس پہننا کبراورغرور نہیں بلکہ لوگوں کو حقیر سمجھنا تکبراورغرور ہے۔ حکیم لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اوراپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو۔ یعنی انسان کو درمیانی رفتار سے چلنا چاہئے، رفتار نہ اتنی تیز ہو کہ بھاگنے کے قریب پہنچ جائے اور نہ اتنی آہستہ کہ سستی میں داخل ہوجائے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص جماعت کی نماز کو حاصل کرنے کے لئے جارہا ہوتو اس کو بھی حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھاگنے سے منع فرما کر اطمینان وسکون کے ساتھ چلنے کی تاکید فرمائی ہے۔ حکیم لقمان کی اپنے بیٹے کو ایک اوراہم نصیحت: اپنی آواز آہستہ رکھو۔ آہستہ آواز رکھنے سے مراد یہ نہیں کہ انسان اتنا آہستہ بولے کہ سننے والے کو دقت پیش آئے بلکہ مراد یہ ہے کہ جن کو سنانا مقصود ہے، اُن تک تو آواز وضاحت کے ساتھ پہنچ جائے، لیکن اس سے زیادہ چیخ چیخ کر بولنا اسلامی آداب کے خلاف ہے۔

غرضیکہ ہمیں اتنی ہی آواز بلند کرنی چاہئے جتنی اُس کے مخاطبوں کو سننے اور سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

آخر میں آداب معاشرت سے متعلق چار نصیحتیں ذکر کی گئیں۔ اوّل لوگوں سے گفتگو اور ملاقات میں متکبرانہ انداز سے رخ پھیر کر بات کرنے سے منع کیا گیا۔ دوسرے زمین پر اکڑ کر چلنے سے منع کیا گیا۔ تیسرے درمیانی رفتار سے چلنے کی ہدایت دی گئی۔ اور چوتھے بہت زور سے شور مچا کر بولنے سے منع کیا گیا۔ ان تمام ہی نصیحتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وقت ہم دوسروں کا خیال رکھیں، کسی شخص کو بھی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، ہم اس کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں لیکن ہماری طرف سے کوئی تکلیف کسی بھی بشر کو نہیں پہنچنی چاہئے، مگر ہم ان امور میں کوتاہی سے کام لیتے ہیں، حالانکہ ان امور کا تعلق حقوقُ العباد سے ہے اور حقوق العباد میں حق تلفی انسان کے بڑے بڑے نیک اعمال کو ختم کردے گی، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم حکیم لقمان رحمۃ اللہ علیہ کی ان قیمتی نصیحتوں پر عمل کر کے ایک اچھے معاشرہ کی تشکیل دیں۔

جب انسان کی موت ہوتی ہے

حضرت منصور بن عمار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

جب انسان کی موت ہوتی ہے، تو اس کا حال پانچ حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

(۱) اس کا مال اس کے وارث کو مل جاتا ہے۔

(۲) اس کی روح ملک الموت لے جاتا ہے۔

(۳) اس کا جسم اور گوشت پوست قبر کے کیڑوں مکوڑوں کا حصہ بن جاتا ہے۔

(۴) اس کی ہڈیاں مٹی میں گل جاتی ہیں۔

(۵) اور اس کی نیکیاں اس کے حریف لوگ (جن کا حق اس نے مارا تھا) وہ لے جائیں گے۔

پھر انہوں نے کہا کہ اے کاش! موت کے وقت اس کا ایمان شیطان نہ اُچک لے جائے۔ (شرح بخاری للسفیری: ۱۴/۱۵ بہ حوالہ حسنِ خاتمہ ص: ۵۳)

اصلاحی مضامین

اس اخلاقی عظمت کو کیا نام دیجیے؟

مولانا احمد الیاس نعمانی*

۱۔ جنگ جمل میں جو حضرات صحابہؓ حضرت علیؓ کے مدمقابل تھے ان میں ایک بڑا نام حضرت طلحہؓ کا ہے، جنگ ختم ہوئی تو ان کے صاحبزادے حضرت عمران بن طلحہؒ حضرت علیؓ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، ہمارے مصادر میں جو تفصیلات اس ملاقات کی موجود ہیں، نہایت حیرتناک ہیں، اور اخلاقی بلندی کا وہ نمونہ پیش کرتی ہیں جو اس زمین پر شاذ و نادر ہی دیکھا گیا ہوگا۔

مستدرک حاکم (۵۶۱۳) اور سنن بیہقی (۱۶۴۹۲) کی صحیح روایات میں ہے کہ جب وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال فرمایا، ان کو اپنے قریب بٹھایا، اور نہایت لطف وملاطفت کی گفتگو فرمائی، اس گفتگو کا ایک جملہ ہے: "إني لأرجو أن يجعلني الله و أباك من الذين قال الله عز وجل فيهم [وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ]"۔ (مجھے امید ہے کہ اللہ مجھے اور تمہارے والد کو ان اہل جنت میں شمار فرمائے گا جن کے بارے میں اس نے فرمایا ہے: ہم ان کے سینوں سے ایک دوسرے کے تئیں پائی جانے والی شکایتوں کو زائل کردیں گے، اور وہ جنت میں ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بھائیوں جیسی محبت لیے بیٹھے ہوں گے)۔

ذرا غور کیجیے! جن حضرت طلحہؓ سے جنگ ہوئی ہے، جو میدان جنگ میں مدمقابل ہیں، ان کے بارے میں کس دل کی فراخی کے ساتھ اہل جنت میں سے ہونے اور وہاں ان سے برادرانہ محبت کے قائم ہونے کی نہایت محبت بھری خواہش کی جارہی ہے۔

۲۔ حضرت علیؓ کے مخالف خیمہ ہی میں ایک نام مروان بن حکم کا ہے، امام بیہقی (۱۶۵۲۳) نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے پوتے حضرت علی بن حسینؒ سے ایک ملاقات میں کہا: "ما رأيت أحدا أكرم غلبة من أبيك" (میں نے تمہارے دادا سے کریم فاتح نہیں دیکھا)۔

۳۔ جنگ جمل کا ہی واقعہ ہے کہ حضرت علیؓ کے خیمہ کے ایک شخص نے حضرت عائشہؓ کی شان میں کچھ گستاخی کی، حضرت عمارؓ (جو حضرت علیؓ کے خیمہ ہی کے تھے) نے کہا: دفع ہو جاؤ، تم بہت برے ہو اور اس قابل نہیں کہ تمہیں اپنے پاس رکھا جائے، کیا تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب زوجہ کو تکلیف پہنچاتے ہو۔

(ترمذی:۳۸۸۸)

۴۔ حضرت معاویہؓ جب عالم اسلام کے ایک حصہ کے حکمراں تھے، اور دوسرے حصہ کے حکمراں حضرت علیؓ تھے، دونوں کے مابین ماضی میں جنگ بھی ہو چکی تھی، اور مسلسل کچھ نہ کچھ اختلاف کی صورت نکلتی رہتی تھی، اس وقت بھی ایک موقع پر حضرت معاویہؓ کو ایک فقہی مسئلہ کے حل میں دشواری پیش آئی تو انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو (جو اس اختلاف میں گویا حضرت علیؓ کے ترجمان ونمائندہ تھے) خط لکھا کہ اس مسئلہ کی بابت حضرت علیؓ کی رائے معلوم کریں، حضرت علیؓ نے اس کا جواب بھی عنایت فرمایا۔ (مؤطا:۲۱۵۴)

۵۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد کا واقعہ ہے کہ حضرت علیؓ کے ایک نہایت قریبی فرد ضرار بن حمزہ حضرت معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت معاویہؓ نے ان سے خواہش کی کہ وہ حضرت علیؓ کے مناقب بیان کریں، ضرار نے (غالباً) حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان رہی تلخیوں کی وجہ سے معذرت کی، لیکن حضرت معاویہؓ نے اصرار فرمایا تو انہوں نے حضرت علیؓ کے اوصاف بیان فرمائے، روایات میں ہے کہ حضرت معاویہؓ ان کا بیان سن کر رونے لگے، اور فرمایا وہ واقعی ایسے ہی تھے۔ (الامالی:۲/۱۴۹)۔

نقوشِ رفتگاں

ندیمے از دیوبند

از: مولانا ناصرالدین مظاہری*

قدرت کی فیاضیاں کبھی کبھی کہیں کہیں اس قدر نظر آتی ہیں کہ بے اختیار اُس سرزمین اور اُس علاقہ کی تقدیر پر رشک ہونے لگتا ہے، کیا آپ حجاز مقدس کے تقدس سے نظریں چرا سکتے ہیں؟ کیا مصر وشام کے تقدس کی قسمیں کھانے والا حانث ہوسکتا ہے؟ کیا کوفہ اور بصرہ والوں کی تقدیر اس لائق نہیں ہے کہ انھیں جھولیاں بھر بھر کر مبارک بادپیش کی جائے؟ کیا ماوراء النہر کے علاقے، اصفہان اور بخاریٰ کے خطے، بغداد اور رے کے سبزہ زار اس لائق نہیں ہیں کہ آپ وہیں کے ہورہیں؟ دور کیوں جائیں اسی بھارت میں دیکھ لیجئے شیراز ہند کی زرخیزی، اعظم گڑھ کی شادابی، دوآبہ کے سبزہ زار، دہلی و دیوبند کی علمی کھیتیاں کیا اس لائق نہیں ہیں کہ آپ یہاں پر لنگرانداز ہوجائیں؟ یہاں کی نور ونکہت اور یہاں کی علمی کہکشاؤں میں رہ کر اپنے دل کی دنیا روشن اور فکر کی کھیتی سیراب کریں؟ جی ہاں؟ دیوبند شہر اب بھی کوئی خاص ترقی پر نہیں ہے، نہ اس کا نام اچھا ہے نہ ہی یہاں کوئی قابل ذکر صنعت ہے، یہاں کا کوئی مخصوص کاروبار بھی نہیں ہے، یہاں کا پورا نظام بس ام المدارس دارالعلوم کے گرد گھومتا ہے، طلبہ کی چہل پہل سے یہاں ہلچل ہے، علماء کی آمد ورفت سے یہاں کے کاروبار میں رونق ہے، جوں جوں طلبہ بڑھتے جاتے ہیں دیوبند کی آب وتاب میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، بازاران کی وجہ سے زندہ ہیں، مارکیٹیں انھوں نے ہی بسائی اور جمائی ہوئی ہیں، دیوبند کا تمام تر روزگاران ہی خانہ بدوش مہمانانِ رسول کا مرہون منت ہے چنانچہ یہ آب وتاب اور یہ رونق شعبان کے جاتے جاتے ختم سی ہوجاتی ہے، بہتوں کا کاروبار منجمد ہوجاتا ہے، کتب خانے اپنا نظام الاوقات تبدیل کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں، ہوٹل والے ہوٹلوں کو مقفل کرنا شروع کردیتے ہیں، رکشہ والے بوریہ بستر سمیٹ لیتے ہیں، جو دکاندار کل تک کسی کے سلام کا جواب دینے کی فرصت اور پوزیشن میں نہیں تھے آج وہ ہر جگہ فرشی سلام کرتے نظر آتے ہیں۔ سچ کہوں تو دیوبند کو دارالعلوم سے شناخت اور پہچان ہے اور دارالعلوم کو دیوبند سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہے۔

* مدیر تحریر آئینہ مظاہر علوم، سہارن پور

اب آتے ہیں مقصد اصلی کی طرف، یہ دیو بند اتنا خوش بخت وخوش نصیب ہے کہ یہاں ہر دور میں جبال علم اور ماہرین علوم پیدا ہوتے رہے ہیں، یہاں دین کی وہ کھیتی ہوتی ہے جس کی رونق سے عالم منور ہے، یہاں دین کا ہر شعبہ زندہ وتابندہ ہے، یہاں اسلام کی کہکشائیں روشن ومنور ہیں، یہاں شریعت کی آبشاریں بہتی ہیں، یہاں طریقت کے دجلہ وفرات کبھی خشک نہیں ہوئے، یہاں کتابوں کی بڑی منڈی ہے، یہاں طباعت اور اشاعت کا کام نصف النہار پر ہے، یہاں دنیا بھر کا عالی دماغ مل جائے گا، اس نے یورپ کو پورب سے ملانے میں کلیدی کردارادا کیا ہے ، یہاں آپ کو ہر میدان میں سیری اور آسودگی مل سکتی ہے، یہاں پہنچ کر ہر وارد و صادر واپسی کا نظام بھول جاتا ہے، یہاں کی مٹی میں بڑی کشش ہے اسی کشش کا نتیجہ ہے کہ آج دیو بند میں ''دیو بندی'' چراغ لے کر تلاش کرنے پڑتے ہیں، یہاں گل ہائے رنگارنگ سے چمن کو زینت ہے، اسی چمنستان کا ایک پھول اور اسی سیارے اور کہکشاں کا ایک ستارہ محترم مولانا ندیم الواجدی بھی تھے جو خالص دیو بندی ہیں، دیو بندی ان کا مسلک بھی تھا، اور دیو بند ان کا وطن بھی، دیو بندی ان کی شناخت اور پہچان بن گئی تھی ، دیو بند نے انھیں بہت کچھ دیا اور نتیجہ کے طور پر انھوں نے بھی دیو بند کو بہت کچھ دیا، انھوں نے شاندار درسی وغیر درسی تصنیفات دیں، انھوں نے عربی علوم وادب کا ایک نصاب ونظام دیا، انھوں نے نادر ونایاب کتابوں کے سلیس اور معیاری ترجمے دئے، انھوں نے دنیا کو معیاری کتابیں دیں، معیاری رسالہ دیا، بچیوں کا معیاری ادارہ دیا، کتابوں کا تجارتی مرکز دیا، دارالعلوم دیو بند کی شاندار ترجمانی کی، دیو بندیت کی ترویج واشاعت میں اپنا خون جگر بہایا، فقہی سیمیناروں میں انھوں نے در کفے جام شریعت کا مظاہرہ کیا تو طریقت میں سندان عشق اٹھائے نظر آئے، وہ بڑوں کے شاگرد رشید تھے تو بڑوں کے خلف الرشید بھی، وہ بڑوں کے منظور نظر تھے تو بڑوں کے خلیفہ ومجاز بھی، وہ ہر میدان اور ہر معرکے کو سر کئے ہوئے وہ ہونہار عالم دین تھے جن پر ان کے معاصرین ہی کو نہیں ان کے بڑوں کو بھی نہ صرف کامل یقین واعتماد تھا بلکہ کبھی کبھی اپنے بڑوں کی نمائندگی کرتے اور ان کی دعاؤں سے مالا مال ہوتے دنیا نے دیکھا۔

وہ حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کے جرعہ نوش تھے، وہ مولانا کیرانویؒ کی درسگاہ علم وادب کے خوشہ چین تھے وہ ان خوش نصیبوں میں شامل تھے جنھوں نے مولانا وحید الزماں سے شرف تلمذ حاصل نہیں کیا بلکہ استاذ محترم کو گویا جذب کرلیا، یہ خوبی اور یہ صفت بڑی مشکل سے حاصل ہو پاتی ہے، یہ درک اور یہ کمال تب حاصل ہو پاتا ہے جب انسان مٹی میں ملنے اور مل کر پنپنے اور پرورش پانے والے تخم اور بیج کے مانند ہو جاتا ہے تبھی تو نئے بال و پر نکلتے ہیں تبھی تو نئے لالہ وگل کھلتے ہیں سچ کہوں تو اساتذہ تو ہر کسی کے بے شمار ہوتے ہیں، لیکن

فائدہ سب سے یکساں حاصل نہیں ہوتا، اساتذہ کی مثال شجر سایہ دار کی سی ہوتی ہے، بعض درختوں کا سایہ بہت گھنا ہوتا ہے تو بہت سے درختوں کا سایہ دور دور ہونے کی وجہ سے دھوپ چھن چھن کر پہنچ جاتی ہے۔

حضرت مولانا ندیم الواجدی کا کمال یہ ہے کہ وہ دارالکتاب جیسے تجارتی اور اشاعتی ادارہ میں اکثر و بیشتر رہنے کے باوجود اپنے وجود باجود سے علمی دنیا کو قائل رکھا، ان کی بہت سی کتابیں درس نظامی میں شامل ہوکر زندہ وجاوید بن گئیں، ان کی تقریریں بڑی پر مغز ہوا کرتی تھیں، ان کی تحریریں اس لائق ہوتی تھیں کہ صدق اور صداقت کی مہر لگادی جائے۔ ان کے اخباری بیانات اور ان کے اداریئے بھی بڑے خاصے کی چیز ہوا کرتے تھے، وہ تیز قلم، تیز فہم اور تیز سخن تھے، ان کی نرم وشیریں زبان، ان کا فیاضی اور ضیافی کا مزاج، ان کا اخلاقی پہلو اور ان کی شرافت نسبی وحسبی یہ ساری دولتیں انھیں اللہ تعالیٰ نے اس قدر نوازی تھیں کہ آج جب سوچتا ہوں کہ مولانا کیا تھے؟ تو جواب ملتا ہے مولانا کیا نہیں تھے۔

آہ! آپ نے پوری زندگی قاسم وانور کے چکر لگائے، ہمیشہ فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کی، دیار قاسم میں دفن ہونے کی تمنائیں کیں، لیکن قدرت نے دیوبند سے بارہ ہزار کلومیٹر دور شکاگو (امریکہ) میں آپ کے لئے دو گز زمین طے فرمادی تھی چنانچہ اسباب کے درجہ میں آپ علاج کے عنوان اور نیت سے امریکہ پہنچے، طبی امداد بھی بہم پہنچی، ماہر ڈاکٹروں کی نگرانی میں قلب کا آپریشن بھی ہوا، لیکن یہ علاج ومعالجے الٰہی فیصلوں کے آگے کوئی وقعت اور اہمیت نہیں رکھتے، ہوتا وہی ہے جو اس کو منظور ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بلاوا آگیا اور اس طرح آپ کی جان نے قفس عنصری کو خیر باد کہہ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

افادات اکابر

حکیم الامت حضرت تھانوی رحؒ کی چند وصیتیں اور مشورے

مرسلہ: مولانا محمد انوار خلیل ہردوئی
مسجد کچہ پل چوپٹیاں لکھنؤ

۱) میں نے اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علمِ دین کا سیکھنا خود اور اولاد کو سکھانا ہر شخص پر فرضِ عین ہے، خواہ بذریعہ کتاب ہو یا بذریعہ صحبتِ اہل اللہ، بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتنِ دینیہ و دنیویہ سے حفاظت ہو سکے، جن کی آج کل بے حد کثرت ہے، اس میں ہرگز غفلت اور کوتاہی نہ کریں۔

۲) طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ نرے درس و تدریس پر مغرور نہ ہوں، اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت و محبت و نظرِ عنایت پر، اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

۳) دینی یا دنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں:

(۱) شہوت و غضب کے مقتضا پر عمل نہ کریں۔ (۲) جلد بازی نہایت بری چیز ہے۔ (۳) بے مشورہ کوئی کام نہ کریں۔ (۴) غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔ (۵) کثرتِ کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہو، اور کثرت اختلاطِ خلق بلا ضرورتِ شدیدہ و بلا مصلحتِ مطلوبہ اور خصوصاً جب کہ دوستی کے درجہ تک پہونچ جاوے پھر خصوص جب کہ ہر کس و ناکس کو راز دار بھی بنا لیا جائے نہایت مضر چیز ہے۔ (۶) بدوں پوری رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھائیں۔ (۷) بدوں سخت تقاضہ کے ہمبستر نہ ہوں۔ (۸) بدوں سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔ (۹) فضول خرچی کے پاس نہ جاویں۔ (۱۰) غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔ (۱۱) سخت مزاجی و تندخوئی کی عادت نہ کریں، رفق اور ضبط اور تحمل کو اپنا شعار بنالیں۔ (۱۲) ریا و تکلف سے بچیں، اقوال و افعال میں بھی، طعام و لباس میں بھی۔

(۱۳) مقتدا کو چاہیے کہ امراء سے بدخلقی نہ کرے اور نہ زیادہ اختلاط کریں، اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بناوے، بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کے لیے۔ (۱۴) معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں۔ (۱۵) روایات وحکایت میں بے انتہا احتیاط کریں، اس میں بڑے بڑے دیندار اور فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں، خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں۔ (۱۶) بلاضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت وتجویز طبیبِ حاذق وشفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔ (۱۷) زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت ولایعنی سے احتیاط رکھیں۔ (۱۸) حق پرست رہیں، اپنے قول پر جمود نہ کریں۔ (۱۹) تعلقات نہ بڑھائیں۔ (۲۰) کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دیں۔

۴) میں اپنے تمام منتسبین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی عمر بھر یاد کر کے ہر روز سورۂ یٰسین شریف یا تین بار قل ھو اللہ شریف پڑھ کر مجھ کو بخش دیا کرے، مگر اور کوئی امر خلافِ سنت بدعات عوام وخواص میں سے نہ کریں۔

۵) حتی الامکان دنیا و مافیہا سے جی نہ لگائیں اور کسی وقت فکرِ آخرت سے غافل نہ ہوں۔ ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اُسی وقت پیغامِ اجل آجائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ اور ہر وقت یہ سمجھیں ع

شاید ہمیں نفس نفسِ واپسیں بود

اور علی الدوام دن کے گناہوں سے پہلے رات کو اور رات کے گناہوں سے پہلے دن کو استغفار کرتے رہیں اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔

۶) خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل واکمل اعتقاد رکھیں اور ہمیشہ خصوصاً پانچوں نمازوں کے بعد نہایت لجاجت وتضرع سے اس کی دعا کیا کریں۔ اور ایمانِ حاصل پر شکر کیا کریں کہ حسبِ وعدہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ یہ بھی خاتمہ بالخیر کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرتؒ کی ان وصیتوں اور مشوروں پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان بالخیر فرمائیں۔ آمین

(ماخوذ از اشرف السوانح، مرتبہ: خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

افاداتِ اکابر

اشرف المجالس

ترتیب وپیش کش: مفتی محمد احمد علی صاحب قاسمی*

مخدومنا ومحبوبنا حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ العالی ہر جمعہ بعد نمازِ عصر ہفتہ واری اصلاحی مجلس میں حکیم الامت مجد دُ الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے "منتخب ملفوظات" (مرتبہ حضرت مولانا یحییٰ نعمانی زید مجدہٗ) کی تعلیم فرماتے ہیں، اُن ملفوظات کی توضیح وتشریح کو برادرِ عزیز حافظ مولانا مفتی احمد علی قاسمی زید فضلہٗ نے ضبط وترتیب دیا ہے۔ ازمرتب

(۱۴) علمی مباحثہ ومجادلہ کے سلسلے میں نکتہ کی بات

ارشاد فرمایا: علمی بحث ومباحثہ اور مجادلہ کے سلسلہ میں ہمیشہ علماء کو یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ جو شخص ہم سے کسی مسئلہ پر گفتگو اور بحث کررہا ہے وہ ہمیں سمجھانا اور اپنی بات منوانا چاہتا ہے یا خود سمجھنا چاہتا ہے؟ اس لئے کہ جو خود سمجھنا نہیں چاہتا اس سے بحث کر کے کیا فائدہ؟ خود سمجھنے کے لیے بات کرنے والوں سے بات کرنا چاہیے؛ کیوں کہ بات ان کی سمجھ میں آجانے کی امید ہوتی ہے، بس دین میں گفتگو اور بحث اس امید پر کی جاتی ہے کہ جو شخص بات کو سمجھ نہیں پایا ہے اس کو بات سمجھ میں آجائے، ضدّی اور ہٹ دھرم لوگ جن کو سمجھنا ہی نہیں ہے بس وہ اپنی بات ثابت کرنا چاہتے ہیں ان کے ساتھ اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہئیے۔

(۱۵) حق تعالیٰ کے ساتھ بندہ کا معاملہ کیسے ہو؟

ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ کے ساتھ بندہ کا معاملہ عاجزانہ اور طالبانہ ہونا چاہیے، بندہ کے اندر اگر طلب نہیں ہے تو پھر بے طلبی اور بے نیازی سے کسی کو کچھ نہیں ملتا، کوئی اپنی طلب اللہ تعالیٰ کو دکھا کے تو دیکھے، پھر اللہ ربُّ العزت سب کچھ عطا فرماتے ہیں، اور پیاس بجھا دیتے ہیں؛ اللہ قادر مطلق ہے، اللہ کے پاس کوئی کمی نہیں ہے، یہ بات اساتذہ اپنے تلامذہ میں مشائخ اپنے مریدین میں والدین اپنی اولاد میں اور حکام اپنی رعایا میں سمجھ سکتے ہیں کہ اگر طالب سے طلب کا اظہار نہیں ہوتا بل کہ استغناء کا اظہار ہوتا ہے تو کوئی استاد اپنے شاگرد کی طرف، پیر اپنے مرید کی طرف، والدین اپنی اولاد کی طرف اور حاکم اپنے محکوم کی طرف توجہ نہیں دیتا، یہ بے طلبی

سالکین میں عام طور سے نظر آتی ہے کہ کسی بھی طرح اشارہ کنایہ سے بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ ان کو شیخ کی کچھ احتیاج اورضرورت ہے، صرف آنا جانا لگا ہوا ہے، ملاقاتیں ہوتی ہیں، محبت وخلوص ہے؛ لیکن یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو طلبگار اور محتاج سمجھتے ہیں، ایسے سالکین کو کیا نفع ہوسکتا ہے؟ اسی لئے ہمارے اکابر نے مناسبت کو شرط اول قرار دیا ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''قصد السبیل'' میں اس کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے، یہ کتاب طلباء کو بھی پڑھنا چاہیے، اگر آپ ''قصد السبیل'' پڑھ لیں گے تو سلوک کی حقیقت کھل کر آپ کے سامنے آجائے گی، اس میں بڑی دیانت کے ساتھ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری باتیں بیان کردی ہیں۔ باقی آپ اگر شاگرد ہیں تو استاد سے، سالک ہیں تو شیخ سے، محکوم ہیں تو حاکم سے، ماتحت ہیں تو اپنے امیر و ذمہ دار سے کچھ پانا چاہتے ہیں تو طلبِ صادق کا اظہار کریں؛ بڑوں کے قلوب کا جھکاؤ اور میلان طلب ہی پر ہوتا ہے، دنیا ہو یا دین ہو، جتنا طلب صادق ہوگی اتنا نفع ہوگا، اور اس طلب صادق کا اپنے اعمال احوال چال چلن اور گفتگو ہر اعتبار سے اپنے کو بڑے کو پتہ چلنا چاہیے کہ آپ اپنے کو اس کا محتاج سمجھتے ہیں، اور جہاں یہ بات نہ ہو قلب کا میلان اس کی طرف نہیں ہوگا، اور سلوک میں میلان قلب کے بغیر کچھ بھی نہیں ملے گا، یہ اور بات ہے کہ اہل اللہ کسی کی تحقیر کرتے ہیں، نہ کینہ رکھتے ہیں؛ لیکن استفادہ ناممکن ہوجاتا ہے۔

(۱۶) استکبار اور استغناء کے مابین لطیف فرق

ارشاد فرمایا: نفس بسا اوقات استکبار کو استغناء کی صورت میں دکھاتا ہے؛ تاکہ اس کا اعتراف ہی نہ ہونے پائے کہ ہمارے اندر تکبر ہے، اس لیے کہ اعتراف ہوگا تو آدمی فکر کرے گا، اس لیے نفس کی ایک چال یہ ہے کہ استکبار کا اعتراف نہ ہونے دینے کے واسطے اس کو استغناء بنادیتا ہے، اور استکبار اس راہ کا سب سے بڑا مانع ہے، اس سے آدمی جب فارغ ہوجاتا ہے تو اسی وقت سے اللہ تعالیٰ اپنے قرب کی تجلیات وتقربات کے راستے کھولتے چلے جاتے ہیں، اور بسا اوقات آدمی ذی استعداد ہوتا ہے تو برق رفتاری سے ترقی کرتا ہے، اور اگر استعداد کم ہے تو بھی محروم نہیں رہتا ہے، بس شرط یہ ہے کہ عجز وعبدیت اور طلبِ صادق اس کے اندر موجود ہے۔

(۱۷) ماضی کی یاد غیر اللہ کی یاد ہے

ارشاد فرمایا: ماضی کی غلطیوں اور گناہوں کے سلسلے میں بہت سے لوگ اسی میں الجھے رہتے ہیں کہ پہلے ایسا کیوں ہوا تھا؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں: ماضی کے گناہوں یا غفلتوں کی یاد اپنی ہی یاد ہے، اللہ کی یاد کہاں ہے؟ ایسے لوگ اپنے ہی اعمال وافعال میں الجھے ہوئے وقت خراب کررہے ہیں، اس لئے ماضی کو چھوڑو، ایک دفعہ صدقِ طلب سے توبہ کرکے یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا اور اپنا محبوب بنالیا۔ ہاں! حقوق العباد اور فرائض شرعیہ کی تلافی کی فکر کرتے رہو۔

درسِ عبرت

ایک عرب مالدار عدنان خاشقجی کا عروج وزوال

از: فردوس جمال

ستر اور اسی کی دہائی میں اس کی شہرت اور دولت کا اتنا چرچا تھا کہ" شہزادیاں" اور" شہزادے" ان کے ساتھ ایک کپ کافی پینا اپنے لئے" اعزاز" سمجھتے تھے۔ وہ کینیا میں موجود اپنے وسیع وعریض فارم ہاوس میں چھٹیاں گزار رہے تھے کہ ان کی کم سن بیٹی نے آئیسکریم اور چاکلیٹ کی خواہش کی تو انہوں نے اپنا ایک جہاز ال 747 مع عملہ پیرس بھیجا جہاں سے آئیسکریم خریدنے کے بعد جنیوا سے چاکلیٹ لیکر اسی دن جہاز واپس کینیا پہنچا اس کے ایک دن کا خرچہ 1 ملین ڈالرز تھا۔لندن، پیرس، نیویارک، سڈنی سمیت دنیا کے 12 مہنگے ترین شہروں میں اس کے لگثری محلات" تھے۔انہیں عربی نسل گھوڑوں کا شوق تھا دنیا کے کئی ممالک میں ان کے خاص اصطبل تھے۔

جب اس نے 875 ملین ڈالر اپنی امریکی بیوی کے منہ پر مارے اور اسے طلاق دی، اس کی دی ہوئی طلاق آج تک دنیا کی مہنگی ترین طلاق سمجھی جاتی ہے۔اس کی ملکیت میں جو یاٹ تھی وہ اپنے دور کی سب سے بڑی یاٹ تھی، جو اس وقت بادشاہوں کو بھی نصیب نہ تھی، اس یاٹ میں 4 ہیلی کاپٹر ہر وقت تیار رہتے جب کہ 610 افراد پر مشتمل خدام اور عملہ تھا، وہ یاٹ بعد میں ان سے برونائی کے سلطان نے خریدی ان سے ہوتے ہوئے ڈونلڈ ٹرامپ تک پہنچی، ٹرامپ نے 29 ملین ڈالر میں خریدی۔

ان کی اس یاٹ پر جیمز بانڈ سیریز کی فلموں سمیت کئی مشہور ہالی ووڈ فلمیں شوٹ کی گئیں۔اپنی پچاسویں سالگرہ پر اس نے اسپین کے ساحل پر دنیا کی مہنگی ترین پارٹی دی جس میں دنیا کی 400 معروف شخصیات نے 5 دن تک خوب مستی کی۔امریکی صدر رچرڈ نکسن کی بیٹی کی ایک مسکراہٹ پر 60 ہزار پاونڈ مالیت کا طلائی ہار قربان کر دیا۔

اسلحے کا بہت بڑا سوداگر تھا ملکوں کے درمیان وہ اسلحے کی ڈیل اور معاہدے کراتا تھا، سعودی عرب اور برطانیہ کے درمیان اس نے 20 ارب ڈالر کے معاہدے کرائے۔

شراب اور شباب اس کی کمزوری تھی 4 جائز اور 8 ناجائز بیگمات اس کے عقد میں تھیں۔

یتیموں پر دست شفقت رکھنا، بیواؤں کا خیال، مسکینوں کی مدد، سیلاب اور زلزلوں میں انسانی ہمدردی کے تحت فلاحی کام ان سب سے اسے سخت الرجی تھی اس کا یہ جملہ مشہور تھا کہ ''آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کی کفالت کی ذمہ داری مجھے نہیں سونپی ہے''۔

اَسّی کی دہائی میں وہ 40 ارب ڈالرز کے اثاثوں کا مالک تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ نے اس کی رسی کھینچ لی، اب تنزل وانحطاط کی طرف اس کا سفر شروع ہوا، اربوں ڈالرز کی مالیت کے ان کے ہیرے سمندر میں ڈوب گئے، کاروبار میں خسارے پہ خسارہ شروع ہوا، قرضے پہ قرضا چڑھا، سب اثاثے فروخت کر ڈالے، ان کے دوست احباب، ان کے چاہنے والوں نے ان سے نظریں پھیر لیں، یہ ایک لمبی مدت گمنامی کے پاتال میں چلا گیا، کسی کو خبر نہ تھی کہ کہاں ہے۔

پھر ایک دن یہ لندن میں کسی سعودی تاجر کو ملا، ان کی حالت غیر ہو چکی تھی، اس تاجر سے کہا وطن واپس جانا چاہتا ہوں لیکن کرایہ نہیں، اس سعودی تاجر نے اکانومی کلاس کا ٹکٹ خرید کر اسے دیا اور یہ جملہ کہا۔

''اے عدنان! اللہ تعالیٰ نے فقیروں اور غریبوں پر مال خرچ کرنے اور صدقہ کا حکم دیا ہے یہ ٹکٹ بھی صدقہ ہے۔'' اپنے دور کا یہ کھرب پتی شخص صدقے کی ٹکٹ پر عام مسافروں کے ساتھ جہاز میں بیٹھ کر جدہ پہنچ گیا۔

اس عرب پتی تاجر کا نام عدنان خاشقجی تھا یہ عرب نژاد ترکی تھا، اس کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی اس کے والد شاہی طبیب تھے، یہ شخص ترکی میں قتل ہوئے صحافی جمال خاشقجی کا چچا تھا، 2017 میں اس کا انتقال 82 سال کی عمر میں ہوا۔

یاد رکھیں! آپ جتنے بھی طاقت ور ہیں آپ جتنے بھی ثروت مند ہیں، اللہ تعالیٰ کے آگے بہت کمزور ہیں، اپنی دولت اور طاقت کو کبھی بغاوت کے لئے استعمال نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوال نعمت سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ إِنِي أَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ.

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

کشف، الہام و بشارت

سوال: کشف، الہام اور بشارت میں کیا فرق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی کو کشف، الہام اور بشارت کا ہونا ممکن ہے؟

جواب: کشف کے معنی: کسی بات یا واقعہ کا کھل جانا، الہام کے معنی: کسی بات کا دل میں القا ہونا، اور بشارت کے معنی: خوش خبری جیسے کوئی اچھا خواب دیکھنا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کشف، الہام اور بشارت ممکن ہے، مگر وہ شرعاً حجت نہیں، اور اس کے قطعی اور یقینی ہونے کا نہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی کو اس کے ماننے کی دعوت دی جاسکتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱/ ۴۰)

ایک آیت کو بار بار پڑھنا

سوال: اگر امام، نماز میں کسی آیت پر اٹک جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: فرض نماز میں امام قراءت کرتے ہوئے کسی آیت پر اٹک جائے، آگے کی آیت یاد نہ آرہی ہو تو اٹکی ہوئی آیت کو بار بار پڑھنا مکروہ ہے، نوافل میں مکروہ نہیں ہے، اگر تین آیتیں ہوچکی ہیں تو اسے رکوع میں چلے جانا چاہئے ورنہ جہاں سے یاد ہو وہاں سے قراءت شروع کردینی چاہیے۔ (مسائل امامت: ۳۰۸)

مسبوق کے لئے ثناء کا حکم

سوال: مسبوق، ثناء کب پڑھے گا؟

جواب: اگر مسبوق امام کے ساتھ جہری نماز میں شامل ہو تو امام کے پیچھے ثناء نہ پڑھے البتہ اپنی باقی نماز پڑھنے کے لئے اٹھے تو اس وقت پڑھ لے اور سری نماز میں اگر شامل ہو تو مسبوق امام کے پیچھے ثناء پڑھ سکتا ہے، باقی نماز پڑھنے اٹھے تو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ (مسائل امامت: ۳۱۱)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

غیر مسلم کو قرآن کریم دینا

سوال: قرآن مجید انگریزی ترجمہ کے ساتھ اگر کوئی غیر مسلم پڑھنے کے لیے مانگے، تو کیا اس کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اطمینان ہو کہ وہ قرآن مجید کی بے حرمتی نہیں کرے گا تو دینے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ اس سے کہا جائے کہ غسل کر کے اس کی تلاوت کیا کرے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱/۷۵)

غیر مسلموں کے مذہبی تہوار

سوال: اگر کوئی مسلمان، غیر مسلموں کے مذہبی تہوار میں ان سے دوستی یا کاروباری تعلق کی وجہ سے شرکت کرے تو یہ شرعی لحاظ سے کیسا ہے؟

جواب: غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں اور رسوم میں شرکت جائز نہیں، حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی قوم کے مجمع کو بڑھایا تو وہ انہی میں شمار ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱/۸۱)

شوہر کو بھیا کہنا

سوال: کیا شوہر کو بھیا کہنا صحیح ہے؟ کیا اس کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے؟

جواب: بیوی کے لئے یہ بات مکروہ ہے کہ شوہر کو بھیا کہے، اس میں احتیاط کرنا چاہیے، مگر اس کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہوگا، اور نہ وہ شوہر پر حرام ہوگی، زبان پر جو لفظ بطور تکیۂ کلام چڑھ جاتا ہے، اگر وہ غلط ہے تو اس کی اصلاح کر لینی چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ۲۸/۱۵۶)

ماں کے پیروں کو تعظیماً چھونا

سوال: کیا اسلامی اصول کے مطابق تعظیما ماں کے پیروں کو چھونا جائز ہے یا نہیں؟

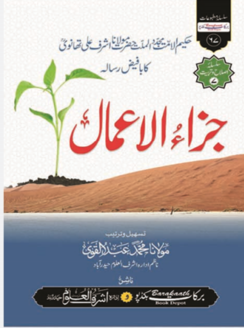
جواب: تعظیم کے لیے ماں کے پیروں کو چھونا قرآن پاک کی کسی آیت اور حدیث شریف کی کسی روایت میں نہیں ہے؛ بلکہ یہ غیروں کا طریقہ ہے جس سے بچنا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ۲۸/۲۲۰)

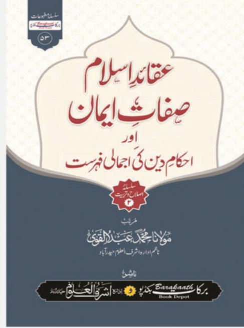
وسعت معیشت

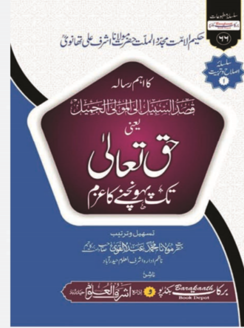
سوال: معیشت کے لیے کوئی عمل یا تدبیر ہو تو بتائیں۔

جواب: فجر کی فرض اور سنت کے درمیان سورۂ الحمد شریف مع بسم اللہ، ۴۱/ بار، اوّل و آخر درود شریف ۱۱/ بار پابندی سے پڑھیں، حق تعالیٰ حلال روزی برکت والی دے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ، ۲۸/۳۱۱)

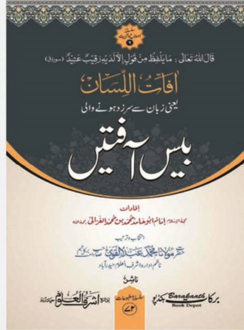
ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-
RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/23-25
Date of Publication 3rd Nov-24, date of Posting 5th Nov-24

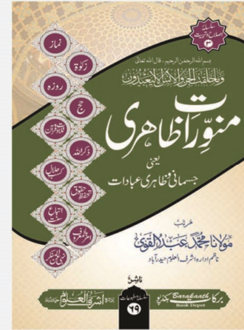


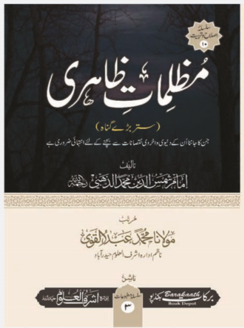


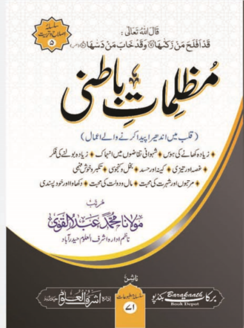


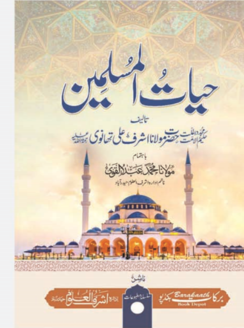












Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Cellar Masjid-e-Meraj, Sayeedabad, Hyd-59